تصوف

تصوف کے نقال

اب جس طرح قرآن کی تفاسیر میں بھی دھوکہ بازوں نے دخل اندازیاں کیں اور اپنی مرضی کے معانی اور مفاہیم داخل کر کے نئے نئے فرقے ایجاد کر دیئے، جس طرح حدیث نبوی ﷺ میں تحریف کی کوشش کی اور ان کا سہارا لے کر مختلف رسومات کو دین کے نام پر راج کرتے رہے جس طرح احکام فقہی میں ان لوگوں نے جو شیطان کی راہ پر چل پڑے اور نفس سے مار کھا گئے خواہشات نفس کے لئے بہت کچھ کیا۔ دیکھیں کتنی عجیب بات ہے کہ فقہ ہو اسلام کے نام پر، اور اس میں جس جھوٹ بولنے کو، گالی دینے کو، بدکاری کو عبادات قرار دے دیا جائے۔ فقہی طور پر کتنی بڑی جسارت ہے لیکن کیا یہ سب کچھ ہوتا نہیں۔ اسی طرح سے تصوف و سلوک کے نام پر بھی بے شمار ادارے ایسے وجود میں آئے، جو اس فن سے واقف نہیں تھے۔ اس فن کے لوگ نہیں تھے اسے جانتے نہیں تھے لیکن اس نام پر انہوں نے مسلمانوں کو لوٹا اور جی بھر کر لوٹا۔ تفسیر میں دھوکہ دینے والے فقہ میں دھوکہ دینے والے موضوع حدیثیں گھڑنے والے بھی مسلمانوں کا مال آبرو ایمان لوٹتے رہے لیکن جتنا صوفیوں نے اور تصوف کے نقالوں نے بے دردی سے لوٹا، اتنا کوئی نہیں لوٹ سکتا۔ تو بحیثیت مسلمان ہمیں اس موضوع سے واقف ضرور ہونا چاہیے کم از کم اتنی واقفیت ضرور ہو اگر ہم اس راستے پر چل نہ سکیں تو اس کے نام پر کسی سے دھوکہ نہ کھائیں۔

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبدالباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

المرشد

فروری 2011ء صفر / ربیع الاول

جلد 32 شمارہ نمبر 6

مدیر: محمد اجمل

سرکولیشن منیجر: رانا جاوید احمد

قیمت فی شمارہ 25 روپے

PS/CPL#15

فہرست

ادار یہ	ابوالاحمدین	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوالِ شیخ	انتخاب	5
ماہانہ اجتماع 2011ء	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	7
کفر کے اندھیرے سے اسلام کے نور تک	جاوید چوہدری	16
مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	22
ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو	فیض الرحمٰن	35
دین کے نام پر رسومات کی سزا (اکرم التفاسیر)	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	40
اللہ بہتر جانتا ہے	اوریا مقبول جان	48
THE BASIS OF TASAWWUF IS TRUST		53
A Life Eternal (Translation)		56

www.owaisiah.com/www.naqashbandiahowaisiah.com

انتخاب جدید پرنٹرز لاہور 0423-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد' 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ' لاہور۔

Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔

Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562255, email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

مقربین کا وصف

اس کی بارگاہ کا خاصہ یہ ہے کہ جو جتنا قریب ہوتا ہے اتنا زیادہ عبادت میں کمربستہ ہو جاتا ہے اور اس کے مقرب بندے ہوں یا فرشتے انبیاء ہوں یا اولیاء اس کی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے نہ عقاید کی اصلاح قبول کرنے میں انہیں کوئی چیز رکاوٹ بنتی ہے اور نہ عبادات کی ادائیگی میں۔ ہمیشہ اس کی پاکیزگی اور عظمت بیان کرتے اور اسے یاد کرتے رہتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں سربسجود رہتے ہیں یہاں سجدہ کہہ کر عبادات نافلہ مراد لی گئی ہیں اور سجدہ چونکہ عبادات میں ایک خاص حیثیت کا حامل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ بندہ کو سجدہ میں سب سے زیادہ قریب ہونا نصیب ہوتا ہے لہٰذا سجدہ میں دعا کیا کرو امام صاحب کے نزدیک تو کثرت سجود سے مراد کثرت نوافل ہے اس کے باوجود اگر صرف سجدہ کر کے دعا کی جائے تو بھی جائز ہے بہر حال مقربین بارگاہ عبادت سے مستغنی نہیں ہو جاتے جیسا کہ جاہلوں کا گمان ہوتا ہے اور بے نمازوں کو بہت پہنچا ہوا سمجھ لیتے ہیں بلکہ مقربین تو کثرت سے عبادت کرتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں جنت میں جانے اور بلندی درجات کو پانے کے لئے کثرت سجود کا حکم موجود ہے یعنی نوافل کثرت سے پڑھا کرے اور ظاہر ہے نوافل پڑھنے والا فرائض و سنن تو اور حسن و خوبی سے ادا کرے گا۔

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آیند "ابوبکرؓ و عمرؓ" ایں جا

ناموسِ رسالت کے عنوان کے تحت تاریخ میں ایک اور باب رقم ہوا۔ سیکولر عناصر اسے متنازع بنانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن سوادِ اعظم کی طرف سے جس عقیدت و محبت کا مظاہرہ ہو رہا ہے وہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لئے ساری امہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے۔ اس عوامی ردِعمل کو دیکھتے ہوئے ناموسِ رسالت کی خلاف ورزی پر تعزیراتی قوانین کو غیر مؤثر بنانے کا ایجنڈا فی الحال مؤخر کر دیا گیا ہے۔

اپنے عزائم میں ناکامی پر اسلام دشمن بیرونی قوتوں کی تلملاہٹ ان کی بلند ترین حکومتی اور مذہبی سطح پر بیان بازی سے عیاں ہے۔ پاکستان میں بھی ایسے نام نہاد سیکولر دانشور موجود ہیں جو اس انتہائی حساس موضوع پر بدستور مہم جو نظر آتے ہیں۔ آقائے نامدار ﷺ کی حرمت پر مر مٹنے کو سیاست، مذہبی انتہا پسندی، دیوانگی اور جنون کہا جاتا ہے۔ عوامی ردِعمل اور مظاہروں کو چند دینی جماعتوں اور مولویوں تک محدود کرتے ہوئے یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ لوگ تو ایوانِ نمائندگان میں چند سیٹیں حاصل کرنے کی پوزیشن میں بھی نہیں۔ کیا ہمارے ایوانِ نمائندگان عوامی جذبوں کے حامل ہیں اور کیا یہ نظام اجتماعیت کی نمائندگی کر رہا ہے؟ اس کا جواب صرف اس حقیقت سے عیاں ہے کہ پوری قوم ملک سے کرپشن کے خاتمہ کے لئے یک آواز ہے لیکن کرپشن حکومتی چھتری کے نیچے روز افزوں ہے۔ سیٹوں کے اعداد و شمار کے ذریعے حکومت سازی کے اس نظام کو عوامی نمائندگی قرار دینا ایک خود فریبی ہے۔ سیٹوں کی گنتی مفادات کا کھیل ہے لیکن عوام کی آواز گلی کوچوں میں سنائی دیتی ہے۔

خوب جان لو کہ ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لئے ہر اقدام کو عوامی پذیرائی حاصل ہے۔ خیبر سے کراچی تک بے مثل ہڑتالوں اور مظاہروں کو آپ چند مولویوں کے کھاتے میں نہیں ڈال سکتے۔ اس سیلاب میں آپ کو میڈیا پر وہ نوجوان بھی نظر آئے ہوں گے جو اپنے کاروباروں کی رضاکارانہ تالہ بندی کرتے ہوئے یہ نعرے لگا رہے تھے' کاروبار تو کاروبار' حرمت رسول پر جان بھی قربان ہے۔ ناموسِ رسالت کے مقدمات کے دفاع کے لئے اسلام آباد بار اور ملک بھر سے وکلاء کے اعلانات کیا مولویوں کی کسی جماعت کی طرف سے ہیں؟ حقائق کو مولویت کہنے سے چھپایا جا سکتا ہے نہ مسخ کیا جا سکتا ہے۔

گذشتہ اداریہ میں آگاہ کیا گیا تھا کہ مناسب وقت پر اس بحث کو دوبارہ چھیڑ دیا جائے گا۔ اب اس مکتبِ فکر کی ایک مقتدر نمائندہ خاتون کی طرف سے اس عزم کا اظہار بھی کر دیا گیا ہے کہ ناموسِ رسالت قوانین میں تبدیلی کے لئے موجودہ حالات سازگار نہیں جس کے لئے رائے عامہ کو تبدیل کرنا ہوگا۔ ان عناصر نے تو رائے عامہ کی تبدیلی کا بیڑا اٹھا لیا ہے لیکن اس کے لئے اپنا کاندھا کون پیش کرے گا؟ کیا یہ کام میڈیا سے لیا جائے گا؟ میڈیا کے اربابِ اختیار، اینکر پرسنز اور دانشور خوب جان لیں کہ اس کام کے لئے اپنا کاندھا پیش کرنے کے بعد شافع محشر ﷺ سے کس طرح شفاعت کی امید رکھ سکتے ہو! ناموسِ رسالت کا باب کمال ادب اور احتیاط کا متقاضی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی نادانستہ غیر محتاط رویہ سے بارگاہِ خداوندی میں تمام اعمال حبط کر دیئے جائیں اور انجام اس گروہ کے ساتھ ہو جو ردائے رحمت عالم ﷺ کے سایہ سے محروم ٹھہرے۔ اللہ اس انجام سے محفوظ رکھے۔

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر	نشانِ منزل

کون سی ایسی بات ہوئی ہے   سوچ سمندر

متاعِ فقیر	آس جزیرہ	دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

دیدہ ور

وہ گفتگو کرتے ہیں تو کوئی جانی پہچانی آرزو ان کے لفظوں کی آنکھوں میں رقص کرتی ہے۔ یہ رقص جب رقص نیم بسمل بنتا ہے تو شاعری بن جاتی ہے۔ ملک صاحب کی پرکشش اور پراسرار شخصیت پر جلال بھی ہے۔ ایسے میں سوز و گداز بھی ایک راز کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ وہ خوابوں کی تعبیر بیان کرتے ہیں تو جیسے اس جہان کے اندر ایک اور جہان تعمیر کر رہے ہوں وہ تصور کو تصویر کرتے ہیں مگر جیسے تصور کو بھی بیان کر رہے ہوں جیسے تقدیر بیان کر رہے ہوں۔ بیقراریوں اور سرشاریوں کی سب جھلکیاں ان کی شاعری میں جھلملاتی نہیں...... چھب دکھا کر چلی جاتی ہیں۔

مردانِ حر

نظر کے سامنے آیا نہ منظر آبگینوں کا
اگر چہ در پہ جھک جانا مقدر ہے جبینوں کا

جہاں مردانِ حر بستے ہوں اک ہیبت سی ہوتی ہے
نہیں باطل کو ہوتا خوف ہرگز نازنینوں کا

جواں قومیں ہوا کرتی ہیں بس خونِ شہیداں سے
سروں کا تاج بنتا ہے انہی خوش ترنگینوں کا

وہی زندہ ہے جس کی قوم زندہ ہے زمانوں میں
زمین کی پیٹھ پر ورنہ وہ لقمہ ہے زمینوں کا

محبت نام ہے سب کے فدا ہونے کا' مٹنے کا
یہی حاصل ہے بالآخر محبت کے قرینوں کا

ہو جن کا عشق صادق وہ سمندر چیر جاتے ہیں
بھلا دیوانہ کب محتاج ہوتا ہے سفینوں کا

اگر تعمیر ہی مقصود ہو تو عمر لگتی ہے
نہیں ہے کام یہ سیماب سالوں کا' مہینوں کا

اقوالِ شیخ

☆ اللہ کریم رب العالمین ہے اور ''رب'' کا معنی ہوتا ہے، ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت، ہر جگہ، ہر وقت پورا کرنے والی ہستی۔

☆ موت کسی فنا کا نام نہیں بلکہ انسانی زندگی کے ایک درجے سے دوسرے درجے میں منتقل ہونے کا نام ہے۔

☆ صبر کیا ہے؟ اس کا لفظی معنی ہے، باگ کھینچ جانا، رک جانا یعنی اللہ کی اطاعت پر اس طرح جم جانا کہ نافرمانیوں کو دھکیل کر اپنا راستہ بناتے چلے جانا۔

☆ ایمان جب یقین کے درجے میں داخل ہو جائے تو پھر انسان اسلام کی رحمتیں بیان کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

☆ جب دل پر مہر کر دی جائے تو حقائق بھی افسانے لگتے ہیں۔

☆ تزکیۂ نفس کے لیے نفس کو ہر وقت کسی مفید اور ہمہ وقتی شغل میں لگائے رکھنا ضروری ہے اور ایسا مفید اور ہمہ وقتی شغل صرف ذکر الٰہی ہے۔

☆ جو انسان تلاشِ حق میں سرگرداں ہو جائے تو اللہ کریم اسے محروم نہیں رہنے دیتے۔ اس کے لیے ہدایت کے راستے کھول دیتے ہیں۔

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کون افضل ہے؟ اور کس کا درجہ دوسروں کی نسبت بلند ہے؟ فرمایا کہ کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے مردوں اور عورتوں کا درجہ ارفع ہے۔ عرض کیا گیا، کیا اس سے بھی بلند ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ فرمایا اگر چہ وہ غازی اپنی تلوار کے ساتھ کفار و مشرکین سے اس شدت کے ساتھ جنگ کرے کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں لت پت ہو جائے، پھر بھی خلوص سے اللہ کا ذکر کرنے والے کا درجہ اس سے بلند ہے۔ (الحدیث) (احمد و الترمذی)

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ اوپر دیے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

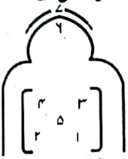

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

ماہانہ اجتماع

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

02-01-11

تصوف پر قائم رہنا اور اس کی تبلیغ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدْ خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاھْبِطْ مِنْھَا فَمَا یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَتَکَبَّرَ فِیْھَا فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿۱۳﴾ (الاعراف 11 تا 13)

اللہ جل شانہٗ نے انسان کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ازل سے جب انسان کی تخلیق ہوئی تب سے شیطان اس کا دشمن ہے۔ جنات انسانوں سے پہلے سے موجود تھے پھر ان میں سے ایک جن عبادات اور مجاہدے کرتا ہوا اس مقام پر پہنچا کہ اس کو فرشتوں میں رہنے کی اجازت ملی اور پھر فرشتوں میں بھی وہ اچھلے بھلے مقام و مرتبے پر فائز تھا۔ مولانا محمد خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعات اپنی ایک کتاب میں جمع فرمائے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ زمین پہ جب جن آباد تھے تو وہ سرکشی کرتے قتل و غارت میں مبتلا ہو جاتے، برائی میں مبتلا ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کی فوج بھیج دیا کرتا تھا وہ سرکشوں میں سے کسی کو قتل کرتے، کسی کو سزا دیتے اور پھر کسی اچھے شریف اور نیک کو حکمران بنا دیتے کچھ عرصہ اس طرح چلتا رہتا، پھر برائی پھیلتی تو پھر اسی طرح کیا جاتا تو فرماتے ہیں کہ وہ جو فرشتوں کی فوج آیا کرتی تھی یہ ابلیس ان کا سربراہ ہوا کرتا تھا

''ز راہ تفاخر بہ فوج ملک...... گہہ بر زمین بود گہہ بر فلک''

انہوں نے اس میں لکھا ہے کہ وہ بڑے فخر کے ساتھ فرشتوں کی فوج ساتھ لئے ہوئے کبھی زمین پہ نظر آتا اور کبھی آسمانوں پہ چلا جاتا تو اللہ تعالیٰ وہ وقت یاد دلاتے ہیں وَلَقَدْ خَلَقْنٰکُمْ ہم نے تو سب کو پیدا فرمایا۔ تم تھے ہی نہیں، تمہارا کوئی نشان بھی نہیں تھا، تمہارے بارے کوئی جانتا بھی نہیں تھا، کوئی سوچتا بھی نہیں تھا بلکہ جب فرشتوں پہ یہ ارادہ ظاہر فرمایا گیا جیسا کہ سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ ''ہم زمین پر اپنا ایک نائب پیدا کرنا چاہتے ہیں'' تو انہوں نے کہا یا اللہ پہلے جو زمین پہ مخلوق ہے یعنی جنات وہ غلط کار ہیں قتل و غارت کرتے ہیں، تباہیاں پھیلاتے ہیں اور اگر دوسری زمینی مخلوق ہوگی تو وہ بھی یہی کرے گی۔ آپ کی تسبیح وتہلیل کے لئے تو ہم کافی ہیں۔ ارشاد ہوا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اور پھر آدم کو پیدا فرمایا خَلَقْنٰکُمْ لوگو! سنو! ہم نے تمہیں پیدا فرمایا کسی کو یہ خیال بھی نہیں تھا جب تک اللہ کی طرف سے ارشاد نہیں ہوا کہ میں ایک نئی مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہوں پہلے سے موجود مخلوق خواہ وہ جن تھے یا

فرشتے یا اللہ کی کوئی اور مخلوق تھی وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ انسان ہوگا پھر تمہیں پیدا فرمایا اور ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ہم نے تمہاری بہترین صورت بنائی۔ جسمانی اور فکری اعتبار سے تمہیں انتہائی خوبصورت، انتہائی متوازن اور بہترین صورت پہ تخلیق فرمایا، اس میں کیسی عجیب مشینری لگائی، نگاہ عطا کی، دماغ عطا کیا جس کے بارے آج کا بہت جدید دور کا سائنسدان کہتا ہے کہ ابھی تک انسانی دماغ کا دس فیصد سے کم حصہ استعمال ہوا ہے نوے فیصد کسی نے استعمال ہی نہیں کیا۔ اگر آٹھ دس فیصد استعمال سے یہ ساری ایجادات ظہور پذیر ہوئی ہیں تو سو فیصد دماغ استعمال ہوا تو مادی ترقی کہاں تک پہنچ جائے گی؟ فرمایا صَوَّرْنٰكُمْ تمہاری صورت بنائی ہر ہر عضو اپنی جگہ ایسا نپا تلا ہے کہ ایسے لگتا ہے کہ اسے وہیں ہونا چاہیے۔ پھر تمہیں ایک عظمت عطا کی ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو ساری اولاد آدم کو سجدہ ہوگیا۔ سجدے سے مراد ہوتی ہے کہ کسی کی برتری کو اور اس کی عظمت کو تسلیم کرنا۔ اور اللہ کریم حکم دے رہے ہیں سجدہ کرنے کا تو یہ سجدہ عبادت نہیں ہے اسے اصطلاح میں سجدہ تعظیمی کہتے ہیں کہ کسی کی عظمت کو قبول کرنا۔ فَسَجَدُوْٓا تمام فرشتوں نے آدمؑ کی عظمت کو قبول کیا۔ فرشتہ نوری مخلوق ہے سراسر نیکی ہے۔ ہمیشہ اطاعت کرتا ہے اور اس کا سونا جاگنا، کھانا پینا سب کچھ ذکر الٰہی ہے صرف اللہ ہی کے ذکر پہ اس کا سارا گزارا ہے لیکن اس میں کوئی موانعات نہیں ہیں۔ کوئی چیز اسے اللہ کی یاد سے روکنے والی نہیں ہے۔ اسے نہ بھوک لگتی ہے نہ نیند آتی ہے نہ کوئی شہوانی خیال آتا ہے نہ اس میں نفس ہے نہ شہوت ہے نہ اس کا کوئی بیوی بچہ ہے نہ اس کو گھر و مال و دولت کی محبت ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اسے اطاعت الٰہی سے یا ذکر الٰہی سے روک سکے لیکن انسان کو اللہ نے ایک عجیب مخلوق بنایا۔ صرف اسے معرفت الٰہی کا، اللہ کے ساتھ تعلق کا، وہ درجہ عطا فرمایا جو سوائے انسان کے کسی کے پاس نہیں۔ جو فرشتہ کو بھی حاصل نہیں ہے۔ دوسری طرف اس کے ساتھ نفس لگا دیا۔ مادی وجود لگا دیا۔ جس کی خواہشات مادی ہیں اور ضروریات بھی مادی ہیں۔ پھر اسے مادی چیزوں کا حسن اور ان کی لذت محسوس کرنے کی توفیق عطا کر دی۔ یہ وصف عطا کر کے اسے ایک اتنی بڑی آزمائش میں ڈال دیا کہ دوسری طرف وہ دنیا کی ایک ایک چیز کو دیکھ سکتا ہے، چکھ سکتا ہے اور لذت حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ نیند بھی ہے، بیوی بچے بھی ہیں، مال و دولت بھی ہے، زمین جائیداد بھی ہے اور بے شمار ایسی چیزیں ہیں کہ صرف ان کا حصول اور ان کو روک کے رکھنا ہی نہیں بلکہ ان کے حصول میں حلال و حرام جائز و ناجائز کو روا رکھنا اور اس امتحان میں سرخرو ہونا ہے اس لئے اس کی عظمت فرشتوں سے بھی تسلیم کروائی کہ یہ ان ساری رکاوٹوں کو دور کر کے میری بندگی میری اطاعت کرتا ہے تو پھر یہ میری بہت باعظمت اور ایک اعلیٰ مخلوق ہے۔ فرمایا فرشتوں نے تو یہ بات تسلیم کی اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ ابلیس بھی وہیں تھا فرشتوں کے ساتھ آسمان پر رہتا تھا تو جب فرشتوں کو حکم ہوا تو وہ چونکہ فرشتوں میں شامل تھا لہٰذا وہ بھی اس حکم میں شامل تھا لیکن اس نے سجدہ نہیں کیا لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ⑪ اس نے سجدہ نہیں کیا ارشاد باری ہوا قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ تمہیں کس چیز نے روکا ہے جب میں نے حکم دیا ہے۔ اللہ نے حکم دیا تو بات ختم ہوگئی پھر اس میں جواز، عدم جواز، کرنا نہ کرنے کی گنجائش تو باقی نہ رہی۔ جب اللہ حکم دے دیتا ہے تو پھر اس میں جواز نکالنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ سوائے تعمیل

ارشاد کے کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ فرمایا جب ہم نے تمہیں حکم دے دیا تو تمہیں کس چیز نے روکا ہے قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں اور اپنے سے اچھے کی تعظیم کی جاتی ہے جو اپنے سے کم تر ہو اس کی تعظیم کوئی بڑا تو نہیں کرتا! اس نے اپنی برتری پر دلیل دی اور اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ اے مالک! تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ⑫ اور اسے مٹی سے اور کیچڑ سے پیدا کیا تو آگ میری رائے میں مٹی اور کیچڑ سے تو افضل ہے۔ اب یہاں قابل توجہ بات یہ ہے کہ اللہ کے خالق ہونے کا انکار نہیں کر رہا۔ عظمت الٰہی کا انکار نہیں کر رہا۔ کہہ رہا ہے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ کہہ رہا ہے تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا یعنی اللہ جل شانہٗ کو زبانی طور پر خالق تو مان رہا ہے اور عملاً اپنی رائے کو اولیت دے رہا ہے تو یہ کتنی عجیب بات ہے کہ خود کو مخلوق کہہ کر اپنے آپ کو ایک ادنی سی حیثیت دیتا ہے۔ مخلوق کی حیثیت خالق کے مقابلے میں تو نہ ہونے کے برابر ہے وہ پیدا کرنے والا ہے اگر وہ پیدا نہ کرتا تو اس کا وجود ہی نہ ہوتا تو کہاں خالق کہاں مخلوق تو خود کو اللہ ہی کی مخلوق مان رہا ہے کہہ رہا ہے خالق تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ اور اسے مٹی سے پیدا کیا تو مٹی سے آگ بہتر ہے۔ یہ اس کی اپنی رائے ہے۔ لہٰذا میں اس سے بہتر ہوں۔

یہ بڑی عجیب بات ہے آپ اپنے ماحول میں، اپنے اردگرد، اپنی ذات کے اندر بھی دیکھیں تو ہم سب یہ کہتے ہیں کہ اللہ خالق ہے۔ اللہ مالک ہے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ حاکم ہے۔ اسی کی حکومت ہے۔ وہی مالک الملک ہے لیکن جب ہم کام کرتے ہیں تو ہمارے کتنے کام ہیں جو عظمت الٰہی کی شہادت دیتے ہیں اور کتنے ایسے ہیں جو اللہ کی نافرمانی کا سبب بنتے ہیں یعنی صرف کہتے رہنا یا یہ کہنا کہ اللہ بڑا ہے۔ اللہ خالق ہے۔ اللہ مالک ہے کافی نہیں۔ یہ تو شیطان بھی کہہ رہا ہے اس وقت کہہ رہا ہے جب سجدہ نہیں کیا۔ تب بھی کہہ رہا ہے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ۔ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اللہ کے خالق ہونے کا انکار تو وہ نہیں کر رہا۔ اس کے مالک الملک ہونے کا انکار تو نہیں کر رہا۔ اس کے حکم کا انکار کر رہا ہے یعنی جو حکم اللہ نے دیا وہ نہیں مان رہا اور اس کی ذات کی عظمت کا قائل تو شیطان اس وقت بھی ہے تو ہماری زندگی میں بھی ایسے لمحے آجاتے ہیں جنہیں اللہ کریم سے ایمان نصیب نہیں ان کی تو بات ہی چھوڑ دیں۔ میں ان کی بات کر رہا ہوں جو اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں جو امت پیامبر ﷺ ہونے کے مدعی ہیں۔ ہم جو لوگ مسلمان ہیں الحمدللہ ہماری اپنی عملی زندگی قابل توجہ ہے۔

بدر میں مشرکین مکہ آئے تو ایک عرب سردار اور اس کا قبیلہ لڑائی میں بڑا مشہور تھا۔ ابلیس نے اس کی شکل بنالی اور بہت سے افراد، سوار اور پیادے، اسلحے سمیت اپنے ہمراہ کر لئے اور ابوجہل وغیرہ سے آکر ملا اور انہیں کہنے لگا ''وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ'' آج میں تمہارے ساتھ ہوں۔ دیکھتا ہوں کون تمہارا کچھ بگاڑتا ہے تو ان کے سینے اور پھول گئے لیکن جب بدر میں صف بندی ہوئی اور نبی کریم ﷺ نے صفیں بنوائیں اور مشرکین اپنی صفیں بنا رہے تھے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ انہوں نے کہا تم تو اتنے بہادر ہو بات کے دھنی ہو اور ہمیں کھڑا کر کے بھاگ رہے ہو؟ اس نے کہا اِنِّیْۤ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آرہا۔ ادھر صرف بندوں کی صفیں نہیں بن رہیں فرشتے اتر رہے ہیں۔ جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں نظر نہیں آرہا؟ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ الانفال:48 میں اللہ

سے ڈرتا ہوں، کمال ہے، حد ہو گئی، خشیت الٰہی ہی تو اصل ہے اور یہ اس کا اظہار کر رہا ہے کہہ رہا ہے اِنِّیٓ اَخَافُ اللّٰہَ ط میں اللہ سے ڈرتا ہوں، مقام فکر یہ ہے کہ یہ سب کہہ کر کیا اس نے عملاً اللہ کی اطاعت کی؟ تو پھر کہنے کا کیا اعتبار ہے؟ واقعی اللہ سے ڈرتا تو آدمؑ کو سجدہ کرتا، ڈرتا ہوتا تو جو غلطی ہوگئی تھی اس پر معافی مانگتا۔ یعنی رستہ عملاً اس نے کفر کا اور برائی کا اپنایا ہوا ہے اور دعویٰ نیکی کا کرتا ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ دعوے کا اعتبار نہیں۔ اعتبار عمل کا ہے۔ ایک بندہ زہر کھا رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں مٹھائی کھا رہا ہوں تو اس کے کہنے کا اعتبار نہیں۔ زہر اپنا اثر کرے گا وہ مر جائے گا۔ وہ مٹھائی نہیں وہ زہر ہے۔ نام بدلنے سے تاثیر نہیں بدلتی۔ ہم نے بھی اسی طرح معاشرے میں چیزوں کے نام بدل لئے ہیں۔ برائیوں کو سجا لیا ہے۔ تہذیب اور کلچر کا نام دے کر ہم نے بے حیائی کو گلے لگا لیا ہے کہ یہ ہماری تہذیب ہے اور یہ ہمارا کلچر ہے۔ اب تو حالت اور عجیب ہوگئی ہے طلاق کے موضوع پر ایک مذاکرہ دیکھ رہا تھا جس میں کچھ مرد اور کچھ خواتین تھیں۔ آج کل کچھ جدید قسم کے علماء اور مفتی ہیں جنہیں نہ عقیدے کی خبر ہے نہ اُن کی عملی زندگی درست ہے لیکن انہیں فتویٰ دینے کا بہت شوق ہے۔ ٹی وی والے بھی زیادہ تر ایسے خود ساختہ علماء کو ہی دعوتِ فکر دینے کے لئے بلاتے ہیں۔ اس مذاکرے میں ایسے ہی مفتیان موجود تھے۔ اسی قبیل کی خواتین بھی تھیں۔ ان میں سے ایک اگرچہ عمر رسیدہ خاتون لیکن بناؤ سنگھار کر کے جوان بننے کی کوشش میں اور فرما رہی تھیں کہ فقہ حنفی جو ہے یہ تو سراسر قرآن کے خلاف ہے۔ اتنا سننے کے بعد مزید سننا ممکن نہ تھا۔ حیرت ہوتی ہے کہ جن لوگوں کی عمریں گزر گئیں اور جنہوں نے گلستانِ ارشاداتِ رسول اللہ ﷺ سے خوشہ چینی کر کے پوری امت کے لئے مسائل یکجا کر دیئے۔ (معاذ اللہ) وہ تو قرآن کے خلاف کرتے رہے اور یہ جو نام کی مسلمان لیکن عملاً مغرب کی بیٹیاں ہیں اور تہذیب مغرب کی دلدادہ ہیں اور نہ ان کا پردہ ہے اور نہ انہیں حیاء ہے اور نہ ان کا مطالعہ ہے وہ فتویٰ دے رہی ہیں کہ یہ فقہ حنفی جو ہے یہ طلاق کے معاملے میں قرآن کے خلاف فتوے دے رہا ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ ہم نے تہذیب اور کلچر کے نام پر بے حیائی اور برائی کو اپنا لیا ہے۔ اسی طرح نام بدل کر منافع اور مارک اپ رکھ کے سود کھانا شروع کر دیا۔ یہ کیا عجیب بات ہے۔ برائی کا نام بدل دو تو کیا وہ نیکی ہو جاتی ہے؟ تو یہ وہی ابلیسی حیلے بہانے ہیں۔ جیسے اس نے اپنی طرف سے یہ فیصلہ کر کے کہہ دیا کہ آگ مٹی سے بہتر ہے۔ اسے آپ نے مٹی سے پیدا کیا مجھے آگ سے۔ آگ مٹی سے بہتر ہے۔ جبکہ اس کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کیا یہ بات پیدا کرنے والے نے بتائی کہ یہ مخلوق بہتر ہے یا یہ بہتر ہے؟ مٹی اور آگ دونوں اللہ کی تخلیق ہیں۔ بے شک انسان کی اصل مٹی ہے لیکن مٹی سے جب انسان بنایا گیا تو وہ ایک اور مخلوق بن گئی ہے۔ اسے جو شعور، جو توفیق، جو عقل، جو خرد، جو نعمتیں دی گئی ہیں وہ اور شئے ہیں۔

تو زبانی یہ کہتے پھرنا کہ میں اللہ کا نام لیتا ہوں۔ میں اللہ کی عظمت کا قائل ہوں۔ میں حضور اکرم ﷺ کی عظمت کا قائل ہوں۔ یہ کافی نہیں۔ اس کے لئے جلسے ہوتے ہیں، جلوس ہوتے ہیں، ریلیاں ہوتی ہیں، اچھی بات ہے لیکن کیا ہر فرد اپنے اس ایک وجود کو حضور اکرم ﷺ کی اطاعت پر کاربند رکھے ہوئے ہے؟ جب یہ خیال آتا ہے تو مشکل ہو جاتی ہے۔ بھئی آپ پورے ملک کو حضور اکرم ﷺ کا غلام بنانا چاہتے ہیں، پورے ملک کا آئین اور

دستور قرآن کے مطابق کرنا چاہتے ہیں لیکن اپنے ساڑھے چار ہاتھ کے وجود پر اسلام نافذ نہیں کرتے۔ ہر انسان کا وجود اس کے اپنے ہاتھ کی لمبائی کے مطابق ہوتا ہے، جس کا ہاتھ جتنا چھوٹا یا جتنا لمبا ہو اسی حساب سے اس کا قد ہوتا ہے۔

تو سوچنا چاہیے کہ ہمارے اپنے ساڑھے چار ہاتھ کے وجود پر اسلام نافذ ہے؟ کیا یہ حلال کھاتا ہے؟ اور یہ بات صرف ظاہری عمل تک نہ رہے بلکہ اس کے پیچھے اس کا ایک شعور ہے کیا اس کا شعور بھی مسلمان ہے؟ کیا وہ شعوری طور پر اسلام کو حق نیکی کو نیکی اور گناہ کو گناہ سمجھتا ہے؟ اور اگر ہم اس ساڑھے چار ہاتھ کے وجود کو سیدھا نہیں کر سکتے تو ہم کیا توقع رکھتے ہیں کہ ملک وقوم کو سیدھا کر لیں گے کیسے ممکن ہے؟ یہ تو شیطانی طریقہ ہے کہ کہنا کچھ اور، اور کرنا کچھ اور۔ یہاں دیکھو کہہ رہا ہے خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا۔ اسی میں قول وفعل کا تضاد سامنے آ گیا کہ خالق بھی کہتا ہے اور نافرمانی بھی کرتا ہے۔ خالق بھی مان رہا ہے اور عملاً نافرمانی بھی کر رہا ہے۔ ارشاد ہوا قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ یہاں تو چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے کہ اس سے مذاکرات کرے کچھ لو اور کچھ دو کی وہاں بات نہیں ہے وہاں تو وہ حاکم مطلق ہے باقی سب مخلوق ہے پھر اللہ جو حکم دیتا ہے اس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ یہ انسانی قانون کی طرح نہیں ہوتا کہ اسمبلی نے قانون بنایا پھر وہی اسمبلی طے کرے کہ اس میں تو یہ غلطی ہو گئی لہٰذا یہ ترمیم کرو اور یہ ہمیشہ ہوتا ہے کہ انسان کی بنائی ہوئی چیزوں میں کچھ نہ کچھ کمی رہ جاتی ہے۔ غلطی رہ جاتی ہے۔ اللہ جل شانہٗ جو حکم دیتا ہے وہ بہر حال مکمل ہوتا ہے، ہر صورت پورا ہوتا ہے تو سیدھا سادہ حکم آیا کہ یہاں سے نکل جاؤ۔ فرمایا فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا تھا کہ میں نے تمہیں زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر جگہ دی اور تم آسمانی مخلوق میں کھڑے ہو کر تکبر کر رہے ہو اپنی بڑائی کا اظہار کر رہے ہو تم نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ تم پر میرا احسان کتنا ہے؟ اور بجائے ممنونِ احسان ہونے کے اپنی بڑائی میں پڑ گئے ہو۔ فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ نکل جا اور تو ہمیشہ ذلیل رہے گا اور اللہ کی سزا دیکھ لیں تب سے اب تک جو ساری عمر شیطان کی پوجا کرتے ہیں اور اسی کی بات مانتے ہیں ویسے ہی عمل کرتے ہیں وہ بھی شیطان پر لعنتیں بھیجتے رہتے ہیں۔ کوئی اسے اچھا نہیں کہتا۔ کمال یہ ہے کہ جو اس کے مخالف ہیں جن کو اللہ نے نور ایمان دیا ہے وہ تو اسے برا کہتے ہیں اس کو مردود کہتے ہی ہیں لیکن حد یہ ہے کہ جو ساری زندگی اس کے کہنے کے مطابق بسر کرتے ہیں ان سے پوچھو تو وہ بھی شیطان پر لعنت ہی بھیج رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اس پر اللہ کی طرف سے لعنت پڑ گئی۔ اسے مردود قرار دے دیا گیا۔

یہ قصہ بیان کر کے قرآن حکیم نے انسانیت کی نبض پر ہاتھ رکھا ہے یہ عجیب عجیب بیماریاں ہیں کہ بندہ مجاہدہ کرتا ہے، ساری ساری رات ذکر کرتا ہے، تسبیحات پڑھتا ہے، تلاوت کرتا ہے، نوافل پڑھتا ہے، دن بھر نیکی کرتا ہے تو اسے ہوشیار رہنا چاہیے کہ کہیں شیطان کی طرح سے یہ خیال نہ در آئے کہ میں بڑا پارسا ہو گیا ہوں اور دوسرے سارے لوگ میرے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یاد رہے شیطان نے کوئی برائی بدکاری نہیں کی۔ شیطان نے کوئی قتل نہیں کیا۔ وہ تو اس بات سے مارا گیا کہ اس نے خود کو برتر کہا۔ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ کہ میں بہت اچھا ہوں۔ یہ بات اس کے ذہن میں کیوں آئی؟ اپنے مجاہدے کو اس نے اپنا کمال سمجھا کہ میں

ہزاروں سال سے عبادت کر رہا ہوں۔ صدیوں سے عبادت کر رہا ہوں۔ زمین سے مجھے اٹھا کر آسمانوں پر رہائش مل گئی۔ میری تخلیق آگ سے ہوئی۔ آگ صاف ستھرا شعلہ ہوتا ہے۔ زمین پر تو کیچڑ مٹی وغیرہ کیا کیا کچھ ہوتا ہے۔ یہ مٹی سے بنا تو اس کی میرے سامنے کیا حیثیت ہے؟ یعنی اپنی بڑائی آگئی۔ اس راستے میں ہوتا ہے کہ بندہ مجاہدہ کرتا ہے تو شیطان کوشش کرتا ہے کہ جس چیز نے مجھے تباہ کیا ہے اس کے دل میں بھی وہی بات پیدا کروں اور ذہن میں یہ بات ڈال دوں کہ میں بڑا عابد و شاکر ہوں۔ دوسری مخلوق تو بڑی ذلیل ہے۔ ان کی تو کوئی حیثیت نہیں۔ انہیں تو میرے ہاتھ پاؤں چومنے چاہئیں۔ انہیں میرے پاؤں دبانے چاہئیں۔ انہیں مجھے پیسے دینے چاہئیں۔ یہ اپنا مال و دولت مجھ پر لٹا دیں تو یہ میرا حق بنتا ہے۔ پھر وہی بات بن جاتی ہے جس نے ابلیس کو تباہ کیا اور ساتھ یہ بات بھی رہتی ہے جسے قرآن کریم نے بتایا کہ اس نے اللہ کی خالقیت یا عظمت الٰہی کا زبانی اقرار بھی کیا۔ بعد میں کہتا ہے **اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ** O الانفال:48 میں اللہ سے ڈرتا ہوں اگر ڈرتا ہے تو اطاعت کیوں نہیں کرتا؟ یہ کون سا ڈر ہے کہ ڈرتا بھی ہے اور حکم بھی نہیں مانتا۔ تو یہ ڈر دوستی والا تو نہیں یہ ڈر تو دشمنی والا ہے۔ بعض اوقات ہم دشمن سے ڈرتے ہیں کہ یہ ہم سے تگڑا ہے تو اس سے محبتیں تو پیدا نہیں ہوتیں۔ اللہ سے ڈرنا مقصود نہیں۔ اللہ کا ڈر جو ہے وہ تقویٰ ہے۔ تقویٰ ہوتا ہے کہ ایسا رشتہ استوار ہو جائے کہ خطرہ یہ پیدا ہو جائے کہ کوئی ایسی بات ایسی حرکت نہ کروں کہ اللہ کریم ناراض ہو جائے یہ ڈر مقصود ہے۔ یہ تو بے نیازی کی بارگاہ ہے وہاں اگر کوئی حکم عدولی کرتا ہے تو عظمت الٰہی پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کرنے والا خود تباہ ہو جاتا ہے تو سادہ سا حکم ہوا **فَاهْبِطْ مِنْهَا** تو صدیوں کی عبادات یا اس کی طویل العمری کے سجدے اسے تکبر کے سوا کیا دے سکے؟

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
ہزاروں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

اور فرمایا یہاں سے نکل جاؤ کوئی مہلت نہیں دی کوئی مذاکرہ نہیں کیا کوئی یہ نہیں کہا کہ توبہ کر لو کیوں؟ فرمایا **فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا** تمہیں یہ زیب نہیں دیتا تھا کہ میں نے جو مقام و مرتبہ تمہیں دیا تھا اس کے بعد تم تکبر کرتے لہٰذا تمہارے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے نکل جاؤ۔ **فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ** یہاں سے نکل جاؤ اور ہمیشہ ذلیل رہو۔

میرے بھائی یہ بھی اللہ کریم کا احسان ہے عمومی گمراہی کا دور ہے لوگ برائیوں کو مختلف ناموں سے سجا کر زندگی کا حصہ بنا رہے ہیں۔ بے حیائی کو تہذیب کا نام اور کلچر کا نام دے کر اختیار کئے جا رہے ہیں لیکن یہ دیکھو سب کا رازق وہی ہے۔ سب کا خالق بھی وہی ہے۔ تمام نعمتیں وہ دے رہا ہے اور جب موت آتی ہے تو خاموشی سے چل دیتے ہیں کوئی اپنے آپ کو اس سے بچا نہیں سکتا۔ آج کل ایک رواج ہو گیا ہے، سیل فون پر سارا دن Messaging ہوتی ہے تو بعض اچھی باتیں بھی اس میں آجاتی ہیں۔ کسی نے مجھے سنایا ورنہ میرا ٹیلی فون نمبر تو کسی کے پاس نہیں کہ میسج بھیجے گا پھر میں بھی دن بھر میں آن کرتا ہوں ضرورت کے لئے۔ ضرورت پڑی تو آن کر لیا ورنہ آف رہتا ہے تو وہ بڑا اچھا Message تھا کہ "ایک بادشاہ کسی درویش صفت اللہ کے نیک بندے کے پاس سے گزرا جو کسی گاؤں میں مقیم تھے تو اس نے پوچھ لیا کہ حضرت آپ یہاں کہاں آپ تو وہاں فلاں شہر میں تھے؟ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ اللہ کے اس بندے نے کہا اللہ اور بندوں کے درمیان صلح کروا رہا ہوں۔ یہاں اس لئے آیا ہوں کہ ان لوگوں کی اللہ کے ساتھ صلح ہو جائے تو اس

نے پوچھا پھر کوئی کامیابی ہوئی؟ کہنے لگے اللہ کریم تو مانتے ہیں، بندے نہیں مانتے۔ اللہ سے عرض کی ہے وہ تو مانتے ہیں بندے صلح پر تیار نہیں۔ عرصے بعد پھر وہ بادشاہ گزرا تو وہ بزرگ اس بستی کے قبرستان میں بیٹھے ہوئے تھے تو بادشاہ نے پوچھا حضرت یہاں کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا اس بستی میں یہ جو بندے پڑے ہیں ان کی اور اللہ کی صلح کرا رہا ہوں اس نے پوچھا کامیابی ہوئی؟ کہنے لگے اب بندے تو مان رہے ہیں اللہ نہیں مانتا تو جو یہاں ہیں قبرستان میں یہ تو سب صلح کے لئے تیار ہیں لیکن اب اللہ نہیں مانتا''۔ یہ چند روزہ زندگی ہے، موت کے بعد تو سب کو سمجھ آجاتی ہے۔ فرشتے نظر آتے ہیں، جنت و دوزخ سامنے ہے۔ عذاب ثواب سامنے ہے، بندہ تو پھر صلح کو تیار ہو جاتا ہے لیکن توبہ کا وقت گزر چکا ہوتا ہے تو پھر وہ توبہ بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی تو (میرے بھائی ہمارا شعبہ ہے یہ جو تصوف ہے۔ اس دور میں اس پر قائم رہنا اس کی تبلیغ کرنا ایک بہت بڑا جہاد بن گیا ہے۔ کچھ عرصے پہلے تک الحمد للہ ہر عالم یہ سیکھتا تھا، ذکر اذکار عملاً کرتا تھا اور اکثر علماء خرقہ خلافت حاصل کر کے پھر میدان عمل میں قدم رکھتے تھے۔ تمام علماء کی سوانح میں آج سے پچاس ساٹھ سال، سو سال پہلے دیکھیں سب کی سوانح میں ہے اب ہم اس جگہ پہنچ گئے ہیں کہ لوگ اس کے قائل ہی نہیں رہے بلکہ اب اس کے خلاف دلیلیں دیتے ہیں۔ تو ایسے میں اس کی تلقین کرنا اس کو بتانا مشکل تو بہت ہے لیکن آپ کبھی قرآن کریم پڑھتے ہوئے ایک ایک آیت پر غور فرمائیں کہ کفار کے لئے کتنی سخت وعیدیں ہیں، بتوں کے لئے کتنی سخت وعیدیں ہیں، قرآن کتنی سختی سے بات کرتا ہے اور کتنے غضب کا اظہار کرتا ہے اور اس معاشرے میں جہاں تسلط ہی کفار کا تھا روئے زمین پر کافر مسلط تھے پھر اس معاشرے میں جہاں کفار ہی کی حکومت اور حکمرانی اور اختیار و اقتدار تھا اور کوئی قانون نہیں تھا۔ طاقتور جو کر رہے تھے وہی قانون تھا۔ وہاں رہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

یہ ساری آیات بیان کیں۔ مکہ مکرمہ میں یہ کہنا تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ O اللھب :1 کہنا آسان نہیں تھا جب کہ مشرکین کی ایذاء رسانیوں کی کوئی حد نہ تھی۔ ابولہب اور اس کی بیوی اس میں پیش پیش تھے۔ اذیت پہنچانے کا کوئی طریقہ ایسا نہ تھا جو انہوں نے اختیار نہ کیا ہو۔ ابتداء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے عقد میں تھیں۔ ابولہب نے اپنے بغض باطنی کے باعث اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر حکم دیا کہ تم فوراً ان دونوں کو طلاق دے دو۔ ان دو صاحبزادیوں کی ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ ابولہب کے بیٹوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ اور رنج پہنچانے کے لئے انہیں طلاق دے دی۔

عتبہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر ہرزہ سرائی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بددعا کی ''اَللّٰھُمَّ ابْعَثْ عَلَيْهِ كَلْباً مِّنْ كِلَابِكَ'' اے اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس گستاخ کی طرف بھیج دے'' یہ سن کر ابولہب لرز گیا۔ کہنے لگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے بچنا از حد مشکل ہے۔ ابولہب اور اس کا بیٹا دوسروں کے ہمراہ شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستے میں پڑاؤ کے وقت ابولہب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے اس بددعا کے باعث عتبہ کی طرف سے پریشانی ہے لہٰذا تم سب اپنا ساز و سامان اکٹھا کر کے میرے بیٹے کے لئے بستر بچھاؤ پھر اس کے اردگرد اپنے بستر بچھاؤ۔ سب نے ایسا ہی کیا۔ اچانک ایک شیر آیا اس نے سب لوگوں کو سونگھا لیکن سب کو چھوڑ دیا پھر وہ درمیان میں لیٹے ہوئے عتبہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اسے سونگھا اسے پتہ چل گیا کہ یہ وہی گستاخ ہے جس کو سزا دینے کے لئے اسے بھیجا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے اس کے جبڑے توڑ دیئے اور سر کی ہڈیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

یہ دیکھ کر ابولہب نے کہا کہ اسے اس بددعا کے پورا ہونے کا

یقین تھا۔ اس کے بعد اس کے بغض باطنی میں اور اضافہ ہوا اور وہ پہلے سے زیادہ دشمنی پر کمر بستہ ہو گیا۔ ان حالات میں اسلام کی تبلیغ کیا آسان کام تھا؟ یا مکہ مکرمہ میں بتوں کو باطل کہنا بُت پرستوں کے لئے دوزخ کی وعیدیں سنانا کوئی آسان کام تھا؟ حق ہمیشہ مجاہدہ چاہتا ہے۔ اگر ہم یہ امید رکھیں کہ اس کام میں کوئی رکاوٹ نہیں آئے گی تو یہ غلط فہمی ہوگی۔ کوئی بندہ بات نہیں کرتا کہ لوگ کیا کہیں گے؟ لوگوں کے کہنے کی بات نہیں۔ بات یہ ہے کہ اللہ کریم کو پسند ہے۔ اللہ کے حبیب ﷺ کو پسند ہے اس لئے بتائیں۔ کوئی نہیں مانتا نہ مانے آپ کا حق تو ادا ہو جائے گا کہ آپ نے دعوت الی اللہ دی۔

(بہت سے علماء کو اس بات سے دھوکہ لگا، متقدمین علماء نے لکھا کہ نبوت کا اظہار واجب ہے اور ولائیت کا استتار واجب ہے اب اس سے لوگوں نے یہ سمجھا کہ کسی کو ذکر کی دعوت ہی نہیں دینی چاہیے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ نبوت ایک ایسا عہدہ ہوتا ہے جس کا نبیؑ کو اعلان کرنا پڑتا ہے تب وہ اپنی طرف دعوت دیتا ہے۔ ولایت ایک ایسا کام ہے جس کی کسی کے پاس سند نہیں۔ یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کا کیا مقام و مرتبہ ہے اور ولائیت کے لئے منوانا یہ شرط نہیں کہ مجھے ولی مانو تو پھر آگے چلو گے نبیؑ کے لئے یہ منوانا شرط ہے کہ مجھے نبی مانو پھر آگے چلو تو نبوت کا اظہار واجب یہ ہے کہ نبیؑ کی امت کو بہر حال نبیؑ کی نبوت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے تب اس کی توحید باری بھی قبول ہوتی ہے اگر کوئی کہے میں اللہ کو وحدہٗ لاشریک مانتا ہوں لیکن اللہ کے رسول کو نہیں مانتا تو وہ بدستور کافر ہی رہے گا۔ نبیؑ کو ماننا ایمان کی بنیادی شرط ہے اس لئے نبیؑ کی نبوت کا اظہار واجب ہے اور ولی کی ذات کا اپنی ذات کو منوانا ضروری نہیں۔ اس لئے کہ وہ نبی نہیں ہے نہ اس پر کوئی آیت اتری نہ اس کے پاس کوئی سند ہے کہ وہ ولی ہے۔ یہ اللہ ہی جانے کہ وہ کتنا ولی ہے یا کتنا نہیں ہے۔ اس کا کیا مقام ہے کیا مرتبہ ہے؟ حتیٰ کہ علمائے ربانیین لکھتے ہیں کہ جو مقام و مرتبہ کے حامل ہوتے ہیں جیسے کوئی غوث ہوتا ہے کوئی قطب ہوتے ہیں، ابرار ہوتے ہیں، قطب وحدت ہوتا ہے اس کے بعد صدیق ہوتا ہے تو اس کے لئے دنیا میں یہ ضروری نہیں کہ پھر اس کو یہ علم بھی ہو کہ اس کے پاس یہ مرتبہ ہے یہ صرف نبیؑ کا مقام ہے کہ اسے یقین ہوتا ہے میں نبی ہوں اور نبیؑ اس کا اعلان بھی کرتا ہے باقی سب کی حیثیت اس طرح ہے جس طرح باقی اللہ کی مخلوق ہے۔ مثلاً سورج نکلتا ہے تو اسے کیا پتہ ہے اس کے فوائد کون کون اٹھا رہا ہے؟ اس کے لئے یہ جاننا ضروری بھی نہیں۔ یہ اللہ کی حکمت ہے کہ وہ اس کے فوائد کہاں کہاں پہنچا رہا ہے۔ چاند طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنیں کیا کیا زمین پہ انقلاب لاتی ہیں اس کا جاننا چاند کے لئے ضروری نہیں۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے لئے یہ جاننا ضروری نہیں کہ ان کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ برزخ میں جائیں گے تو جان لیں گے ان کے وجود سے جو چیزیں اللہ نے وابستہ کر دی ہیں وہ از خود ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ سو یقیناً مخالفت ہوگی لوگ اب اس زمانے میں اسے عجیب وغریب کہیں گے کہ ''اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں'' جدید تہذیب میں آپ اللہ کی بات کریں اور ذکر الٰہی کی بات کریں تو اسے عجوبہ کہا جائے گا لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہی کرنے کا کام ہے اور یاد رکھیں جو بندہ اگر اسے چھپاتا ہے تو اس کا مطلب ہے یہ دین نہیں۔ دین کو چھپانے کی تو اجازت ہی نہیں ہے۔ یہ بات حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا یہ تصوف دین ہے یا دین سے الگ کوئی چیز ہے؟ جی دین ہے تو فرمایا دین کو چھپانا تو جرم ہے۔ دین ہے تو بیان ہوگا۔ اگر دین نہیں ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے۔ جب یہ صحیح ہے تو لوگوں کو بتایا جائے کہ بھئی اللہ اللہ کرنے سے توفیق اطاعت نصیب ہوتی ہے۔ ایمان نصیب ہوتا ہے۔ بزرگوں کی تو یہ عادت تھی۔ علمائے حق کو کوئی کہتا حضرت! فلاں گناہ مجھ سے نہیں چھوٹتا تو

حضرت فرماتے اس کے خلاف وعظ کیا کرو وہ کہتا حضرت میں خود یہ برائی کرتا ہوں تو وعظ کیسے کروں؟ فرمایا کوئی تمہاری مانے یا نہ مانے جب منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو روکو گے تو اللہ تمہیں خود اس سے بچنے کی توفیق دے دے گا۔ تمہارے اندر ایک حیاء آ جائے گی جب کسی کو تلقین کی جائے کہ ذکر کرنا ضروری ہے تو خود اپنے اندر ایک حیاء آ جاتی ہے کہ میں دوسروں کو کہتا ہوں ضروری ہے تو پھر خود بھی کروں۔ ترغیب سے اگلے کو فائدہ ہو یا نہ ہو حق ادا ہو جاتا ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ اس کو توفیق عمل دے دیتا ہے۔ تو میرے بھائی اللہ کریم نے ہم سب پر بہت انعام کیا اپنے بندے کی معیت نصیب فرمائی۔ ہماری رہنمائی فرمائی، توفیق عمل عطا فرمائی، تو اس پر نہ صرف قائم رہو اس کو پھیلاؤ یہی انقلاب ہے۔ جو روشنی دلوں میں آئے گی یہ خلوص دلوں میں آئے گا تو لوگ اسلام کا دامن تھامیں گے اور اسلام پر عمل کریں گے ورنہ وہ قصہ ابلیس دہرایا جائے گا کہ زبانی کہتے رہیں گے اللہ خالق ہے، اللہ مالک ہے، عملی زندگی میں احکام الٰہی کی مخالفت ہی جاری رہے گی۔ ایسی زندگی شیطانی زندگی ہے۔ یہ ابلیسی طریقہ ہے اور اسلامی طریقہ یہ ہے کہ زبان سے بھی عظمت الٰہی کا اقرار ہو اور کردار سے بھی واضح ہو کہ یہ بندہ اللہ کا اطاعت گزار ہے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں مخلوق اکٹھی کر رہا ہوں سنگریزے اکٹھے کر رہا ہوں، کچھ لوگ تو ایسے نکل آئیں گے جنہیں دیکھ کر کوئی کہہ سکے کہ ہاں ایسے لوگ ہوتے ہیں مسلمان! یعنی اب تو ایسا دور آ گیا ہے کہ ملک میں بیرون ملک سے وفود آتے ہیں۔ یورپ سے آتے ہیں، امریکہ سے آتے ہیں، انگلستان سے آتے ہیں ان کے ساتھ ہمارے رہبران قوم بھی کھڑے ہوتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر پتہ نہیں چلتا کہ ان میں سے ہندو کون ہے؟ مسلمان کون ہے؟ عیسائی کون ہے؟ مال کے معاملے میں سب کا یہی حال ہے۔ جائز و ناجائز کے قائل نہیں رہے۔ حرام و حلال کھانے پینے کے قائل نہیں رہے۔ تہذیب، لباس، اٹھنے بیٹھنے کے سارے طریقے وہی ہو گئے ہیں تو اس حال میں بندوں کو واپس لانا مشکل تو ہے لیکن بہت بڑا کام بھی ہے۔ ایک بندے کی بھی اصلاح ہو جائے تو آدمی کی زندگی کامیاب ہو جاتی ہے کہ کسی کی اصلاح تو اس نے کر دی اب اس کے نتیجے میں اپنی بھی اصلاح کی توفیق ہوتی ہے لیکن میرے بھائی محنت میں کمی نہ کریں اذکار میں باقاعدگی رکھیں، عقائد کو صاف ستھرا رکھیں، اعمال کو حضور اکرم ﷺ کی سنت میں داخل کریں، غلطی ہو جائے تو فوراً رجوع الی اللہ کر لیں، اللہ کریم سے معافی مانگیں اور حضور اکرم ﷺ کے اتباع پر کاربند رہیں اور کوشش کریں کہ اللہ کی یہ نعمت عام ہو اللہ کے ذاکرین بندوں کی کثرت ہو جب ذاکر کثرت سے ہو جائیں گے اسلامی انقلاب بھی آ جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سیلاب زدگان کی امداد کے لیے
الاخوات لاہور کی طرف سے مینا بازار کا اہتمام کیا گیا ہے۔
بمقام
گراؤنڈ اویسہ مسجد
کالج روڈ غازی
چوک ٹاؤن شپ
(لاہور)
تاریخ 19 فروری 2011
بروز ہفتہ
جنرل باڈی میٹنگ اسی دن اسی مقام پر صبح 10:30 سے 12:00 بجے ہوگی (اویسہ مسجد)
سٹال لینے کی خواہشمند خواتین رابطہ کریں۔
مسز ملیحہ وحید فون نمبر 35729863
مسز فرح علی: فون نمبر 0300-4373088

کفر کے اندھیرے سے اسلام کے نور تک

جاوید چودھری

(19ذی الحجہ 1426ھ بمطابق 20 جنوری 2006ء)

ماسٹر جی سے میری پہلی ملاقات دوبئی میں ہوئی تھی۔ میں پچھلے سال دوبئی گیا میں جس صاحب کے گھر ٹھہرا تھا وہ فینسی کپڑوں کا کاروبار کرتے ہیں۔ وہ دہلی آگرہ اور ممبئی سے شادی بیاہ کے قیمتی کپڑے منگواتے ہیں اور یہ کپڑے بعدازاں یورپ، افریقہ، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کے ممالک بھجوادیتے ہیں۔ وہاں ان کی بڑی بڑی دکانیں ہیں، ان ممالک میں موجود مسلمان اور بھارتی ہندو اپنے بچوں کی شادی کے دوران ان دکانوں سے یہ کپڑے خریدتے ہیں جس کے نتیجے میں میرے میزبان کو بے پناہ مالی فائدہ ہوتا ہے۔

میرے ان کے ساتھ دیرینہ تعلقات ہیں۔ میں جب بھی دوبئی جاتا ہوں ان کے پاس ٹھہرتا ہوں۔ پچھلے سال میں ان کے پاس گیا تو ان کے ہاں ایک بزرگ بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔

یہ بزرگ بے انتہا پرہیزگار، متقی اور حلیم تھے۔ میرا دوست ان کی بے تحاشہ عزت کرتا تھا۔ میں نے زندگی میں کسی شخص کو کسی شخص کی اتنی عزت کرتے نہیں دیکھا۔ ایک دن جب میرا دوست ذرا ریلیکس موڈ میں تھا تو میں نے اس سے بزرگوں کے بارے میں پوچھ لیا۔

میرا دوست ہنس کر بولا ''ماسٹر جی بزرگ نہیں ہیں، ان کی عمر تو مجھ سے بھی کم ہے''۔

میں حیران رہ گیا اور میں نے اسی حیرت کے عالم میں اس سے پوچھا ''لیکن یہ حلیئے سے تو ستر اسی برس کے لگتے ہیں''۔

میرے دوست نے جواب دیا ''یہ ان کی زہد اور تقویٰ کا نتیجہ ہے۔ یہ دن میں سو سو نفل پڑھتے ہیں، روزانہ روزہ رکھتے ہیں اور ذکر الٰہی کی تپش میں جلتے رہتے ہیں لہٰذا یہ 45 برس کی عمر میں 70 سال کے لگتے ہیں''۔

میری حیرت میں اضافہ ہو گیا۔ میرا دوست بولا۔ ماسٹر جی کا پرانا نام بلبیر سنگھ تھا اور یہ بارہ تیرہ سال پہلے مسلمان ہوئے ہیں''۔

میرا سانس اکھڑ گیا اور میں حیرت کی انتہا کو چھونے لگا، میرا دوست بولا: ''میں تمہیں مزید بتاؤں بلبیر سنگھ وہ شخص تھا جس نے اپنے ہاتھوں سے بابری مسجد کو شہید کیا تھا''۔

میری حیرت پریشانی میں بدل گئی، اس کے بعد میرا دوست میری پریشانی سے لطف لینے لگا، میں اس سے ماسٹر جی کی کہانی سننا چاہتا تھا لیکن میرے دوست کا کہنا تھا اگر میں اس کہانی سے صحیح معنوں میں لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں تو مجھے یہ کہانی ماسٹر جی کی زبانی سننی چاہیے''۔

میں نے اس سے کہا ''میں ماسٹر جی سے اتنا فری نہیں ہوں اگر وہ میرے لئے کوئی ایسی فضا بنادے جس میں ماسٹر صاحب مجھے اپنی کہانی سنادیں تو یہ بڑی کرم نوازی ہوگی''۔

میرے دوست نے حامی بھرلی، اس شام اس کے گھر میں ذکر کی محفل تھی۔ ماسٹر صاحب لوگوں میں گھرے ہوئے تھے، ذکر کے بعد میرے دوست نے ماسٹر جی سے درخواست کی، حضور میرا دوست آپ کی کہانی سننا چاہتا ہے، اگر آپ مہربانی فرمادیں تو احسان ہوگا''۔

ماسٹر جی نے غور سے میرا چہرہ دیکھا اور پھر مسکرا کر بولے ''آپ بہت شرارتی ہیں مجھے پتہ ہے آپ آرام سے نہیں ٹلیں گے لہٰذا میں آپ کو ایک ایسے انسان کی کہانی سنا دیتا ہوں جس کی خوش نصیبی اسے کفر کے اندھیرے سے اسلام کی روشنی میں لے آئی جو بلبیر سنگھ سے محمد عمر بن گیا''۔ ماسٹر جی سیدھے بیٹھے اور انہوں نے بولنا شروع کیا:

میرا تعلق صوبہ ہریانہ کے ایک گاؤں سے تھا، میری پیدائش 1960ء کو ایک راجپوت گھرانے میں ہوئی، میرے والد علاقے کے اچھے کسان کے ساتھ ساتھ ایک پرائمری سکول میں ہیڈ ماسٹر بھی تھے۔ وہ بہت اچھے انسان تھے۔ انسانیت ان کا مذہب تھا۔ میں نے گاؤں کے سکول سے میٹرک کیا اور اس کے بعد انٹرمیڈیٹ کے لئے پانی پت میں داخلہ لے لیا۔ پانی پت بمبئی کے بعد شیو سینا کا سب سے بڑا گڑھ ہے۔ اسکول میں شیو سینا کے لوگوں کا اثر تھا وہاں چند شیو سینکوں کے ساتھ میری دوستی ہوگئی اور میں نے بھی پانی پت شاکھا میں نام لکھوا دیا۔

پانی پت کے پس منظر کی وجہ سے یہاں کے ہندو نوجوانوں میں مسلمانوں کے خلاف بڑی نفرت پائی جاتی ہے۔ بابر اور دوسرے مسلمان بادشاہوں سے بہت نفرت کرتے ہیں، جب میرے والد صاحب کو معلوم ہوا کہ میں شیو سینا میں شامل ہو گیا ہوں تو انہوں نے مجھے بہت سمجھایا، انہوں نے مجھے تاریخ کے حوالے دے دے کر سمجھانے کی کوشش کی۔ انہوں نے ظہیر الدین بابر خاص طور پر اورنگزیب عالمگیر کی حکومت کے انصاف اور ان کے غیر مسلموں کے ساتھ سلوک کے قصے بھی سنائے اور مجھے بتانے کی کوشش کی کہ انگریزوں نے ہمیں لڑانے اور دیش کو کمزور کرنے کے لئے غلط تاریخ گھڑی ہے۔

انہوں نے 1947ء کے ظلم اور قتل و غارت گری کے قصوں کے حوالے سے بھی مجھے شیو سینا سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر میری سمجھ میں بات نہ آئی اور میں شیو سینا میں آگے سے آگے بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ 1990ء آ گیا اور ایڈوانی نے پانی پت آنے کا اعلان کر دیا، وہ رتھ یاترا کے لئے آ رہے تھے۔

ایڈوانی جی کی رتھ یاترا میں مجھے ان کے استقبال کی ذمہ داری سونپ دی گئی، اس رتھ یاترا کے دوران ایڈوانی نے ہمارے روئیں روئیں میں مسلم نفرت بھر دی۔ میں نے شیوا جی کی سوگند کھائی میں اکیلا ایودھیا جاؤں گا اور جا کر بابری مسجد مسمار کروں گا۔ اس یاترا میں میری کارکردی کی وجہ سے مجھے شیو سینا کے یوتھ ونگ کا نائب صدر بنا دیا گیا۔ ہم لوگوں نے 1990ء میں پہلی بار مسجد کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا۔

میں اپنی نوجوان ٹیم کو لے کر 30 اکتوبر کو ایودھیا گیا مگر پولیس نے ہمیں فیض آباد میں روک لیا میں اور میرے کچھ ساتھی کسی طرح بچ بچا کر ایودھیا پہنچ گئے مگر ہمیں پہنچنے میں دیر ہوگئی اور اس سے پہلے وہاں گولی چل گئی اور کوشش کے باوجود بابری مسجد کے پاس نہ پہنچ سکے۔ اس سے میری نفرت کی آگ میں اضافہ ہو گیا، میں اپنے ساتھیوں سے بار بار کہتا تھا اس جیون سے مرجانا بہتر ہے۔ رام کے دیش میں عرب لٹیروں کی وجہ سے رام کے بھگتوں پر رام جنم بھومی پر گولی چلائی جائے یہ کیسا ظلم ہے؟ مجھے بہت غصہ تھا۔

کبھی خیال آتا تھا میں خودکشی کر لوں، کبھی دل میں آتا تھا میں لکھنؤ جا کر کر ملائم سنگھ کو اپنے ہاتھ سے گولی مار دوں۔ میں دو سال بدلے اور نفرت کی آگ میں جلتا رہا یہاں تک کہ وہ منحوس دن قریب آ گیا جسے میں اس وقت خوشی کا دن سمجھتا تھا۔ یہ 1992ء تھا میں اپنے کچھ جذباتی ساتھیوں کو ساتھ لے کر ایودھیا پہنچ گیا۔ میرے ساتھ مونی پت گاؤں کا ایک نوجوان یوگیندر پال بھی تھا۔

یہ میرا سب سے قریبی دوست تھا۔ اس کے والد ایک بڑے زمیندار تھے اور وہ بھی میرے والد کی طرح انسان دوست آدمی

تھے۔ یوگیندر ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو ایودھیا جانے سے بہت روکا مگر وہ بھی میری طرح ضد سے باز نہ آیا۔ ہم لوگ ایک رات پہلے بابری مسجد پہنچ گئے ہم نے وہ رات بابری مسجد کے سامنے مسلمانوں کی چھتوں پر چھپ کر گزاری۔

اس رات مجھے بار بار خیال آتا تھا کہ کہیں اس بار بھی ہم 30 اکتوبر کی طرح ناکام واپس نہ چلے جائیں، کئی بار خیال آیا ہمیں لیڈروں کا انتظار نہیں کرنا چاہیے ہمیں خود جا کر کارسیوا شروع کر دینی چاہئے مگر میرے دوستوں نے مجھے روکے رکھا۔ اگلے دن لوگ جمع ہوئے تو ہم لوگ چھتوں سے نیچے اتر آئے۔ اوما بھارتی نے بھاشن دیا اس کے بھاشن سے کارسیوکوں میں آگ بھر گئی۔ میں بھاشن سنتے سنتے کدال لے کر بابری مسجد کی چھت پر چڑھ گیا۔

یوگیندر بھی میرے ساتھ تھا جیسے ہی اوما بھارتی نے نعرہ لگایا: ''ایک دھکا اور دو، بابری مسجد توڑ دو''۔ اور میں نے بیچ والے گنبد پر کدال چلا دی، دیکھتے ہی دیکھتے مسجد مسمار ہو گئی، مسجد کے گرنے سے پہلے ہم لوگ نیچے اتر آئے، اوما بھارتی نے ہمیں مبارکباد دی، ہم لوگ بہت خوش تھے، ہم لوگ ملبے کے سامنے ماتھا ٹیک کر خوشی سے واپس لوٹے، ہم لوگ بابری مسجد کی دو دو اینٹیں اپنے ساتھ لے آئے تھے۔

میں راستہ بھر یہ اینٹیں اپنے پانی پت کے ساتھیوں کو دکھاتا رہا۔ وہ لوگ میری پیٹھ ٹھونکتے تھے۔ ہم نے وہ اینٹیں شیو سینا کے دفتر میں رکھ دیں اگلے روز دفتر میں ایک جلسہ ہوا۔ سب لوگوں نے بھاشن میں فخر سے میرا ذکر کیا کہ ہمیں گرو (فخر) ہے کہ پانی پت کے نوجوان شیو سینک نے سب سے پہلے رام بھگتی پر کدال چلائی، میں اس شام اپنے گاؤں چلا گیا اور میں نے اپنے والد کو سارا قصہ سنایا، میرے پتا جی بہت ناراض ہوئے انہوں نے گہرے دکھ کا اظہار کیا اور مجھ سے صاف کہہ دیا: ''اب اس گھر میں ہم دونوں اکٹھے نہیں رہ سکتے، اگر تو رہے گا تو میں گھر چھوڑ کر چلا جاؤں گا نہیں تو تو ہمارے گھر سے چلا جا۔ میں مالک کا گھر ڈھانے والے کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا، موت تک تو مجھے کبھی صورت نہ دکھانا''۔

مجھے ان کے غصے کا اندازہ نہیں تھا میں نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے کہا یہ دیش تم جیسے ظالموں کی وجہ سے برباد ہو جائے، جب وہ غصہ میں گھر سے جانے لگے تو میں نے کہا آپ گھر سے نہ جائیے میں خود اب اس گھر میں نہیں رہنا چاہتا جس میں رام مندر بھگت کو ظالم سمجھا جاتا ہو۔ میں گھر چھوڑ کر چلا گیا۔

ادھر میرا دوست یوگیندر بابری مسجد کی اینٹیں اپنے گاؤں لے گیا تھا اور اس نے گاؤں کے مائک سے اعلان کیا کہ بابری مسجد کی اینٹیں خوش قسمتی سے ہماری تقدیر میں آ گئی ہیں اور سب ہندو بھائی آ کر ان پر (موت دان) پیشاب کریں۔ پھر کیا تھا۔

ہر کوئی آتا تھا اور ان اینٹوں پر حقارت سے پیشاب کرتا تھا۔ اللہ کو یہ حرکت پسند نہ آئی لہٰذا چار پانچ روز کے بعد یوگیندر کا دماغ خراب ہو گیا وہ پاگل ہو کر برہنہ رہنے لگا۔ وہ چودھری کا اکلوتا بیٹا تھا لیکن وہ پاگل پن میں اپنی والدہ کے سامنے ننگا ہو جاتا تھا۔ اس کے والد بہت پریشان ہوئے، انہوں نے بہت سے عاملوں اور پنڈتوں سے رابطہ کیا مگر اس کی حالت اور بگڑتی گئی۔

ایک روز وہ باہر گئے تو یوگیندر نے اپنی ماں کے ساتھ بدتمیزی شروع کر دی، اس کے بعد یوگیندر کو زنجیر سے باندھ دیا گیا، یوگیندر کے والد عزت والے آدمی تھے، انہوں نے اس کو گولی سے مارنے کا ارادہ کر لیا مگر کسی نے بتایا پانی پت کی عیدگاہ میں ایک مدرسہ ہے، وہاں کوئی بڑے مولانا صاحب آتے ہیں، آپ ایک دفعہ ان سے مل لیں، ہو سکتا ہے لڑکا ٹھیک ہو جائے۔

چودھری صاحب پانی پت گئے تو معلوم ہوا مولانا صاحب یہاں ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو آتے ہیں اور وہ پرسوں پہلی جنوری پانی پت آ کر

2 تاریخ کی صبح واپس جا چکے ہیں۔ چودھری صاحب بہت مایوس ہوئے انہوں نے کسی دوسرے صاحب نظر کا پتہ پوچھا، معلوم ہوا مدرسہ کے ذمہ دار قاری صاحب بھی دم کرتے ہیں مگر وہ بھی مولانا صاحب کے ساتھ سفر پر نکل گئے ہیں۔

عیدگاہ میں ایک دکاندار نے چودھری صاحب کو مولانا کا دہلی کا پتہ بتادیا اور ساتھ ہی انہیں اطلاع دی بڑے مولانا چند دن بعد بوانہ جائیں گے۔ چودھری صاحب لڑکے کو زنجیروں سے باندھ کر بوانہ کے امام صاحب کے پاس چلے گئے وہ مولانا کے مرید تھے اور بہت زمانے سے ان سے بوانہ کے لئے تاریخ مانگ رہے تھے۔

مولانا صاحب ہر بار ان سے معذرت کر رہے تھے مگر اس بار انہوں نے وہاں ظہر کی نماز پڑھنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ بوانہ کے امام صاحب نے انہیں بتایا فسادات کی وجہ سے ہریانہ کے بہت سے امام اور مدرسین اپنے گھروں کو جا چکے ہیں اور یہ لوگ ایک مہینہ تک نہیں آئیں گے۔ یوگیندر کے والد چودھری رگھوبیر سنگھ نے بوانہ کے امام صاحب سے عرض کیا حضور آپ اس بچے کے لئے دعا کریں۔

انہوں نے فرمایا میں جھاڑ پھونک کا کام کرتا تھا مگر اب ہمارے حضرت نے اس کام سے روک دیا ہے اس پیشہ میں جھوٹ بہت ہوتا ہے امام صاحب نے فرمایا اس لڑکے پر کوئی اثر یا جادو وغیرہ نہیں ہے۔ یہ اللہ کے عذاب کا شکار ہے، آپ کے لئے ایک موقع ہے، ہمارے بڑے حضرت صاحب پرسوں بدھ کے روز دوپہر کو یہاں آرہے ہیں، آپ ان سے آکر ملیں، ہمیں امید ہے آپ کا بیٹا ٹھیک ہو جائے گا، مگر آپ کو ایک کام کرنا پڑے گا، اگر آپ کا بیٹا ٹھیک ہو جائے تو آپ کو مسلمان ہونا پڑے گا۔

چودھری صاحب نے کہا: ''میرا بیٹا ٹھیک ہو جائے تو میں ہر کام کرنے کو تیار ہوں''۔

تیسرے روز بدھ تھا۔ چودھری رگھوبیر صاحب یوگیندر کو لے کر صبح 8 بجے بوانہ پہنچ گئے۔ ظہر سے پہلے مولانا صاحب آئے، یوگیندر زنجیر میں بندھا ننگ دھڑنگ کھڑا تھا۔ چودھری صاحب روتے ہوئے مولانا صاحب کے قدموں میں گر گئے اور ان سے عرض کیا مولانا صاحب! میں نے اس کمینے کو بہت روکا تھا مگر یہ پانی پت کے ایک اوت کے چکر میں آ گیا، مولانا صاحب! مجھے شما کرا دیجئے، میرے گھر کو بچا لیجئے۔ مولانا صاحب نے انہیں سختی سے سر اٹھانے کے لئے کہا اور ان سے پورا واقعہ سنا۔

مولانا نے چودھری صاحب سے کہا: ''ان لوگوں نے سارے سنسار (کائنات) کو چلانے والے سروشکتی مان (قادر مطلق) کا گھر ڈھا کر ایسا ظلم کیا ہے کہ اگر اللہ اس سارے سنسار کو ختم کر دے تو بھی کم ہوگا۔ ہم بھی اس مالک کے بندے ہیں اور ایک طرح سے اس بڑے گھنگھور پاپ (بڑے گناہ) میں ہم بھی قصوروار ہیں، ہم نے مسجد کو شہید کرنے والوں کو سمجھانے کا حق ادا نہیں کیا''۔

مولانا رکے اور اس کے بعد فرمایا: ''ہمارے بس میں کچھ نہیں ہے، میرا مشورہ ہے آپ بھی مالک کے سامنے گڑگڑائیں، معافی مانگیں اور ہم بھی معافی مانگتے ہیں''۔

مولانا صاحب نے کہا ''جب تک ہم مسجد میں پروگرام سے فارغ ہوں آپ اپنے دھیان کو مالک کی طرف لگا دیجئے، دل سے معافی مانگیں اور پرارتھنا (دعا) کریں اللہ معاف فرمادے''۔

چودھری صاحب ایک بار پھر مولانا صاحب کے قدموں میں گر گئے اور بولے: ''جی! میں اس لائق ہوتا تو یہ دن کیوں دیکھتا، آپ ہی کچھ کریں''۔

مولانا صاحب نے ان سے کہا: ''آپ میرے پاس علاج کے لئے آئے ہیں، اب جو علاج میں بتا رہا ہوں وہ آپ کو کرنا ہوگا۔ چودھری صاحب کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا وہ مسجد کے باہر بیٹھ

گئے۔ مولانا صاحب مسجد میں چلے گئے، نماز پڑھی، تھوڑی دیر تقریر کی اور دعا کی۔ مسجد سے باہر نکلے، آپ مالک کا کرم دیکھئے یوگیندر نے اپنے باپ کی پگڑی اتار کر اپنے ننگے جسم پر لپیٹ لی تھی اور وہ اپنے والد صاحب سے بات چیت کر رہا تھا، سب لوگ بہت خوش ہوئے، بوانہ کے امام صاحب تو بہت خوش ہوئے، انہوں نے چودھری صاحب کو وعدہ یاد دلایا، چودھری صاحب امام صاحب سے بولے: ''مولانا صاحب! میری سات پشتیں آپ کے احسان کا بدلہ نہیں اتار سکتیں۔ میں آپ کا غلام ہوں، آپ جہاں چاہیں مجھے بیچ سکتے ہیں''۔

حضرت مولانا صاحب نے امام صاحب سے وضاحت چاہی تو انہوں نے سارا قصہ سنا دیا، مولانا، امام صاحب پر ناراض ہوگئے اور انہوں نے کہا زبردستی یا شرط باندھ کر اسلام قبول کرانا ٹھیک نہیں، یہ دعوت کا طریقہ نہیں، اس پر چودھری صاحب بولے: ''میں اپنی مرضی اور خوشی سے اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں''۔ سب نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور انہیں لے کر مسجد کی طرف واپس مڑ گئے، لوگ چودھری صاحب کو مسجد میں لے جانے لگے تو یوگیندر نے پوچھا: ''پتا جی! آپ کہاں جا رہے ہو؟''

انہوں نے کہا مسلمان بننے، تو یوگیندر نے کہا ''مجھے آپ سے پہلے مسلمان بننا ہے''۔

میں نے تو بابری مسجد بھی دوبارہ بنوانی ہے۔ ان دونوں کو خوشی خوشی وضو کرایا گیا اور کلمہ پڑھوایا گیا۔ والد صاحب کا نام محمد عثمان اور بیٹے کا نام محمد عمر رکھا گیا۔ وہ دونوں اپنے گاؤں پہنچے وہاں پر ایک چھوٹی سی مسجد ہے وہ دونوں مسجد کے امام صاحب سے ملے۔ امام صاحب نے مسجد میں موجود تمام نمازیوں کو بتا دیا یوں یہ بات پورے علاقے میں پھیل گئی، علاقے کے طاقتور لوگوں کی میٹنگ ہوئی اور طے ہوا ان دونوں کو رات کو قتل کر دیا جائے۔ یہ لوگ نہ جانے کتنے لوگوں کا دھرم خراب کریں گے۔

اس میٹنگ میں ایک مرتد بھی شریک تھا اس نے امام صاحب کو بتا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی اور ان دونوں کو راتوں رات گاؤں سے نکال دیا گیا وہ لوگ پھلت گئے اور بعد میں جماعت میں شامل ہوگئے اس کے بعد یوگیندر نے امام صاحب کے مشورہ سے تین چلے لگائے، بعد میں ان کی والدہ بھی مسلمان ہوگئیں۔

محمد عمر کی شادی دہلی میں ایک اچھے مسلمان گھرانے میں ہوگئی، اور وہ سب لوگ اب دہلی میں ہنسی خوشی رہ رہے ہیں، ان لوگوں نے گاؤں کا مکان اور زمین وغیرہ بیچ کر دہلی میں ایک کارخانہ لگالیا ہے۔ اب میں واپس اپنی کہانی کی طرف آتا ہوں۔

19 مارچ 1993ء کو میرے والد کا اچانک انتقال ہوگیا۔ انہیں بابری مسجد کی شہادت اور اس میں میری شرکت کا بڑا غم تھا۔ وہ میری والدہ سے کہتے تھے مالک نے ہمیں مسلمانوں میں پیدا نہیں کیا، ہم مسلمان گھرانہ میں پیدا ہوتے تو ہمارا شمار کم از کم ظلم سہنے والوں میں تو ہوتا، پتہ نہیں کیوں مالک نے ہمیں ظلم کرنے والی قوم میں پیدا کر دیا؟ انہوں نے گھر والوں کو وصیت کی تھی کہ میری ارتھی پر بلبیر نہ آنے پائے، میری ارتھی کو یا تو مٹی میں دبانا، یا پانی میں بہا دینا، مجھے ظالم قوم کے رواج کے مطابق آگ مت لگانا، بلکہ ہندوؤں کے شمشان میں بھی نہ لے جانا، گھر والوں نے ان کی اچھا (خواہش) کے مطابق عمل کیا اور آٹھ دن بعد مجھے ان کے انتقال کی خبر ہوئی۔ میرا دل ٹوٹ گیا۔

ان کے انتقال کے بعد بابری مسجد کا گرانا مجھے ظلم لگنے لگا اور مجھے اس پر فخر کے بجائے افسوس ہونے لگا میرا دل بجھ سا گیا۔ میں گھر جاتا تو میری والدہ میرے والد کو یاد کر کے رونے لگتیں اور کہتیں کہ ''ایسے دیوتا باپ کو تو نے ستا کر مار دیا، تو کیسا نیچ انسان ہے''۔ میں نے گھر جانا بند کر دیا۔

جون میں محمد عمر جماعت سے واپس آیا تو وہ میرے پاس پانی پت آیا اور اپنی پوری کہانی مجھے سنائی۔ پچھلے دو مہینہ سے میرا دل

خوفزدہ سا رہتا تھا مجھے محسوس ہوتا تھا کوئی آسمانی آفت مجھ پر آ جائے گی، والد کا دکھ اور بابری مسجد کی شہادت دونوں کی وجہ سے میں ہر وقت سہا سہا سا رہتا تھا، محمد عمر کی کہانی سن کر میں مزید پریشان ہو گیا۔ عمر بھائی نے مجھ پر زور دیا۔ وہ چاہتے تھے میں بھی اسلام قبول کر لوں، میں اندر سے ڈرا ہوا تھا، میں نے اس سے کہا تم مجھے مولانا کے پاس لے جاؤ، میں ان سے مل کر کوئی فیصلہ کروں گا۔ عمر بھائی مجھے مولانا کے پاس لے گئے، میں ان کے پاس ایک گھنٹہ رہا، اس ایک گھنٹے میں میں نے فیصلہ کیا اگر مجھے آسمانی آفت سے بچنا ہے تو مجھے مسلمان ہو جانا چاہیے۔

مولانا صاحب دو روز کے سفر پر جا رہے تھے، میں نے دو روز ان کے ساتھ رہنے کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے خوشی سے قبول کیا ایک روز ہریانہ پھر دہلی اور خورجہ کا سفر تھا ہم لوگ دو روز بعد واپس پھلت پہنچے۔ دو روز کے بعد میں دل سے اسلام کے لئے آمادہ ہو چکا تھا۔

میں نے عمر بھائی سے اپنا خیال ظاہر کیا تو انہوں نے خوشی خوشی مولانا کو بتایا یوں الحمدللہ میں نے 25 جون 1993ء کو ظہر کے بعد اسلام قبول کر لیا، مولانا صاحب نے میرا نام بھی محمد عمر رکھ دیا۔ انہوں نے مجھے اسلام کے مطالعہ اور نماز وغیرہ یاد کرنے کے لئے پھلت رہنے کا مشورہ دیا۔ میں نے اپنی بیوی اور چھوٹے بچوں کی مجبوری کا ذکر کیا تو انہوں نے میرے لئے مکان کا انتظام کر دیا۔

میں چند ماہ پھلت آ کر رہا اور بیوی پر کام کرتا رہا۔ تین مہینے کے بعد وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ میں نے اپنی ماں کو مسلمان ہونے کے بارے میں بتایا تو وہ بہت خوش ہوئیں اور بولیں کہ تیرے پتا کی آتما کو اس سے شانتی ملے گی۔ وہ بھی اسی سال مسلمان ہو گئیں۔

آج کل میں ایک جونیئر ہائی سکول چلا رہا ہوں جس میں اسلامی تعلیم کے ساتھ انگریزی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ میں نے عمر بھائی سے مل کر یہ پروگرام بنایا ہم اللہ تعالیٰ کے گھر کو شہید کرنے جیسے گناہ کی تلافی کریں گے ہم لوگ زندگی میں ویران مسجدیں آباد کریں گے اور کچھ نئی مسجدیں بنائیں گے۔ ہم دونوں نے یہ کام آپس میں تقسیم کر لیا میں ویران مسجدوں کو آباد کر رہا ہوں اور عمر بھائی نئی مسجدیں بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، ہم دونوں نے زندگی میں سو سو مسجدیں بنانے اور واگزار کرانے کا پروگرام بنایا ہے۔

الحمدللہ چھ دسمبر 2004ء تک میں ہریانہ، پنجاب، دہلی اور میرٹھ کینٹ میں 12 مسجدیں آباد کر چکا ہوں۔ عمر بھائی مجھ سے آگے نکل گئے ہیں وہ اب تک بیس نئی مسجدیں بنوا چکے ہیں اور 21 ویں کی بنیاد رکھ چکے ہیں۔ ہم لوگوں نے یہ بھی طے کیا ہے ہم بابری مسجد کی شہادت کی ہر برسی پر ایک ویران مسجد میں نماز شروع کرائیں گے۔

الحمدللہ [illegible] میں کوئی ناغہ نہیں ہوا، البتہ سو کا ہدف ابھی بہت دور ہے، اس سال [illegible] تعداد بہت بڑھ جائے گی، آٹھ مسجدوں کی بات چل رہی ہے، امید ہے [illegible] چند ماہ میں وہ بھی آباد ہو جائیں گی۔ میں نے حضرت مولانا کے مشورہ سے ایک نومسلم خاتون سے شادی کر لی ہے''۔

ماسٹر جی خاموش ہو گئے، یوں محسوس ہوا جیسے ایک دریا بہہ رہا تھا، دریا نے انگڑائی لی اور خاموش ہو گیا ہو۔ یہ میرے زندگی کی سب سے شاندار کہانی تھی۔ میں نے اٹھ کر ان کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور ان سے دعا کی درخواست کی، وہ مسکرائے، انہوں نے میرے ماتھے پر بوسہ دیا اور ہاتھ اٹھا کر اللہ کی بارگاہ میں میرے لئے دعا فرمانے لگے، سارے کمرے میں ایک خوشبو پھیل گئی، میں نے یہ کہانی پچھلے دسمبر میں سنی تھی۔

میری خواہش تھی میں 2005 کے دسمبر میں آپ کو یہ کہانی سناؤں لیکن کاروبار حیات کے باعث اس فیصلے پر عملدر آمد نہ کر سکا۔

کل دوبئی سے میرے دوست کا فون آیا تو مجھے ماسٹر جی اور ان کی کہانی یاد آ گئی، میں نے کاغذ قلم اٹھایا اور یہ قرض اتارنا شروع کر دیا۔

25-07-10

سورۃ بقرہ

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

''گناہ ایک دوسرے کا سبب ہو جاتا ہے:

وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی ' ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○ البقرہ: 61

فرمایا: اور یہ اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ اطاعت سے نکل نکل جاتے تھے۔ ذٰلِكَ کا مشار الیہ کفر اور قتل ہے جو اپنے ماتقدم کا سبب ہیں اور معنی یہ ہوئے کہ جو امر اُن کو کفر بالآیات وقتل انبیاء پر باعث ہوا وہ ان کا عصیان اور تجاوز حدود تھا اور ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہو جایا کرتا ہے حتیٰ کہ کفر تک کا۔ پس کسی گناہ کو خفیف نہ سمجھے''

فرماتے ہیں اس آیہ کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل پر عذاب کیوں آیا؟ اس لئے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے اور حد سے متجاوز ہو جاتے تھے۔ انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی تو وہ گناہ میں ملوث ہوئے، پھر قتل میں ملوث ہوئے حتیٰ کہ اللہ کے نبیوں کو بھی قتل کیا۔ اس طرح ایک گناہ کئی گناہوں کا سبب بنتا ہے حتیٰ کہ کفر تک لے جاتا ہے لہٰذا کسی گناہ کو ہلکا نہ سمجھا جائے۔ چھوٹا گناہ بھی کسی بڑے گناہ کا سبب بن جاتا ہے۔ جیسے عام محاورہ ہے کہ ایک جھوٹ بولو تو اسے چھپانے کے لئے دس جھوٹ اور بولنے پڑ جاتے ہیں۔ کہیں ایک جھوٹ بول دیا جائے تو اس کا پردہ رکھنے کے لئے بیسیوں جھوٹ اور بولنے پڑ جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں یوں ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب بن جاتا ہے جو رفتہ رفتہ قتل و غارت گری اور پھر کفر تک لے جاتا ہے۔

آج ہم اپنا حال دیکھ لیں۔ ہم نے اطاعت کا راستہ چھوڑا تو ہم قتل و غارت گری تک پہنچ گئے ہیں۔ اب صرف ایک درجہ باقی ہے جس میں بہت سے لوگ مبتلا ہو چکے ہیں اور وہ ہے کفر۔ اب لوگ بظاہر کلمہ پڑھتے ہیں لیکن کلمے پر ایمان نہیں رکھتے۔ ان کا معاملہ اللہ کے پاس ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ا، ب، ج کون ہے؟ اللہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن نظر ایسے آتا ہے اور لوگوں کی بعض باتیں سن کر ایسے لگتا ہے۔ وطن عزیز کے حالات یہ ہیں کہ پچھلے چوبیس گھنٹوں میں کراچی میں نامعلوم لوگوں کے ہاتھوں چودہ افراد قتل ہو گئے۔ انہیں مارنے والے بھی کلمہ گو ہیں۔ مرنے والے بھی اور حکومتی ارکان بھی کلمہ گو ہیں۔

ٹی وی مذاکرے دیکھیں تو نوجوان بے پردلڑکیاں جو اُردو پروگراموں میں اُردو کم اور انگریزی زیادہ بولتی ہیں۔ انہیں یہ خیال ہے کہ پوری قوم کو شاید انگریزی ہی سمجھ آتی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ بار بار Faith کا لفظ استعمال کر رہی تھی اور ترجمہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ Faith بمعنی ایمان اور ساتھ ہی تشریح کر رہی تھی کہ Faith کوئی بھی ہو۔ کسی مذہب پر ہو۔ اس کے نزدیک گویا کفر اور ایمان میں کوئی فرق ہی نہیں کہ کفر کو بھی ایمان ہی کہہ رہی

تھی۔ بقول اس کے کہ کوئی اگر بتوں کی پوجا کرتا ہے تو اس کا بھی وہ ایمان ہے۔ حالانکہ یہاں لفظ ایمان نہیں 'عقیدہ' استعمال ہونا چاہئے اس لئے کہ عقیدہ غلط بھی ہوسکتا ہے لیکن ایمان تو نام ہی سچائی کا ہے۔

یہ ہے وہ تعلیم اور تبلیغ جو آج پڑھا لکھا طبقہ، پڑھے لکھے طبقے کو کر رہا ہے۔ جہاں کفر کو بھی ایمان کہا جائے گا وہاں کافر اور مومن کی شناخت کیا رہ جائے گی اور اس ملک کا کیا حال ہوگا؟ اللہ رحم فرمائے۔

''معاصی کی مضرتیں:

قوله تعالیٰ وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ

الیٰ قوله تعالیٰ وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ البقرہ: 66,65

ترجمہ: اور تم جانتے ہی ہو ان لوگوں کا حال جنہوں نے تم میں سے تجاوز کیا تھا در بارہ یوم ہفتہ کے۔ سو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ پھر ہم نے اس کو ایک عبرت بنا دیا ان لوگوں کے لئے بھی جو اس قوم کے معاصر تھے اور ان لوگوں کے لئے بھی جو مابعد زمانہ میں آتے رہے اور موجب نصیحت ڈرنے والوں کے لئے۔

اس قصہ سے عارف کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات کو خاص اوضاع پر خاص اوقات میں معین فرمایا ہے تا کہ ان کی ظلمات طبعیہ دور ہوں سو جو شخص ان اوضاع کی رعایت نہیں کرتا اس کا نور استعداد زائل ہو جاتا ہے اور وہ اصحاب سبت کی طرح مسخ ہو جاتا ہے اور جس جانور کے اوصاف اس میں راسخ ہوں اس کی طبیعت اس میں پیدا ہو جاتی ہے (گو اس امت میں مسخ صورت نہیں ہے) سو انسان کو ادویہ شرعیہ سے اپنی انسانیت کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا چاہیے''۔

فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص شرعی قاعدوں کی پرواہ نہیں کرتا اس کا نور استعداد ضائع ہو جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی بستیاں سمندر کے کنارے تھیں اور ہفتہ ان کا مبارک دن تھا۔ انہیں حکم دیا گیا کہ ہفتہ کے روز مچھلیاں نہ پکڑا کرو۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس نے ایسا امتحان بنا دیا کہ ہفتے کے روز کنارے پر مچھلی ہی مچھلی ہوتی اور پانی میں نظر آتی اور ہفتے کے علاوہ مچھلیاں قابو نہیں آتی تھیں۔ گہرے سمندر میں جانا پڑتا۔ سارا دن ڈھونڈنے کے بعد کوئی مچھلی ہاتھ آجاتی تو انہوں نے یہ حیلہ نکالا کہ سمندر کے کنارے بڑے بڑے گڑھے بنا کر اور ایک نالی سی کھود کر سمندر کے پانی سے ملحق کر دی وہ پانی گڑھوں میں آجاتا اور ساتھ ہی مچھلیاں بھی آجاتیں۔ جب گڑھے مچھلیوں سے بھر جاتے تو اس نالی کو درمیان سے کسی پتھر یا سل وغیرہ سے بند کر دیتے اور کہتے کہ ہم آج تو مچھلیاں نہیں پکڑ رہے۔ کل پکڑیں گے۔ ان کی قوم کے کچھ لوگوں نے انہیں اس کام سے منع کیا اس پر اس قوم میں تین طبقے ہو گئے۔ ایک وہ جو اس حیلے کے ذریعے مچھلیاں پکڑتے تھے۔ دوسرے وہ جو انہیں اس غلط کام سے روکتے تھے۔ اور تیسرے وہ جو کہتے تھے کہ انہیں کرنے دو جو یہ کرتے ہیں یعنی وہ نہ پکڑنے والوں کو روکنے کے قائل تھے اور نہ انہیں اس سے غرض تھی کہ کوئی پکڑے یا نہ پکڑے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں پہلے دو طبقوں کا ذکر کیا ہے لیکن تیسرے طبقے کے بارے ذکر بھی نہیں کیا۔ جو حیلہ کر کے مچھلیاں پکڑتے تھے انہیں اللہ نے حکم دے دیا **فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ**O البقرہ: 65 ذلیل بندر بن جاؤ۔ چنانچہ رات سوئے تو انسان تھے صبح اٹھے تو مرد، عورتیں، بچے سب بندر بن چکے تھے۔ یاد رکھیں جو لوگ عذاب میں گرفتار ہو کر مسخ ہوئے، بندر اور خنزیر بنے ان کی نسل آگے نہیں چلی۔ وہ دو تین دن میں چیختے،

چلاتے، تڑپتے مر گئے، تباہ ہو گئے۔ ان کی نسل آگے نہیں چلی۔ جانوروں کی نسل کے بندران معذب لوگوں کی نسل نہیں ہیں۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو منع کرتے تھے ان کے بارے میں قرآن حکیم میں آتا ہے کہ ''ان کو ہم نے نجات دی، توفیق عمل بھی دی اور ان پر بڑی رحمت کی۔

تیسرے گروہ کا ذکر قرآن حکیم نے نہیں کیا۔ ظاہر ہے منع کرنے والے گروہ میں تو وہ شامل نہیں تھے تو خطرہ ہے کہ وہ بھی عذاب والوں کے ساتھ ہلاک نہ ہو گئے ہوں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے شروع میں تین طبقوں کا ذکر تو کیا ہے کہ ایک طبقہ وہ تھا جو مچھلیاں پکڑنے سے باز نہیں آتا تھا۔ دوسرا وہ تھا جو انہیں اس غلط کام سے روکتا تھا اور تیسرا وہ تھا جو روکنے والوں کو روکتا تھا کہ تم نے کیا شور بپا کر رکھا ہے جو کرتے ہیں کرنے دو لیکن جب اس پر سزا و جزا کا عمل مرتب ہوا تو فرمایا جو روکتے تھے ان کو ہم نے اپنی دوستی سے سرفراز کیا ان پر رحمت کی اور انہیں اُن سے نجات دلائی۔ نافرمانوں کو مسخ کا عذاب دے کر بندر بنا کر ہلاک کر دیا۔ تیسرے گروہ کا ذکر ہی نہیں فرمایا۔ اللہ معاف کرے اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ بھی عذاب والوں کے ساتھ ہی ہلاک ہو گئے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قصہ سے آیت کے حکم کو سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ نے عبادات کو خاص اوضاع پر، خاص اوقات میں معیّن فرمایا ہے یعنی جس طرح انہیں ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑنے سے روکا تھا اسی طرح ساری عبادات کا طریقہ بھی خاص ہے۔ وقت بھی معیّن ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اس مقرر وقت پر اس خاص طریقے سے عبادات کرنے سے ظلماتِ طبیعہ دور ہوں۔ دل میں جو ظلمت آتی ہے یا طبعی ظلمت جو مزاج میں آتی ہے وہ اس خاص وقت پر اس خاص طریقہ سے عبادت کرنے سے دور ہو جاتی ہے اور جو شخص ان اوضاع کی رعایت نہیں کرتا اس کا نورِ استعداد ضائع ہو جاتا ہے یعنی جو شخص شرعی قاعدوں کی پرواہ نہیں کرتا اس کا نورِ استعداد ضائع ہو جاتا ہے۔

بظاہر یہ چھوٹی سی بات ہے لیکن دیکھا جا سکتا ہے کہ بے شمار لوگ صلوٰۃ ادا کرتے ہیں لیکن ان کا کردار نہیں سدھرتا۔ اذان ہوتی ہے تو مساجد بھر جاتی ہیں۔ جو مساجد بازار میں ہیں ان کے اکثر نمازی دکاندار ہوتے ہیں اور گاہک ہوتے ہیں لیکن جب وہ مسجد سے باہر آتے ہیں تو گاہک کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ دکاندار کا مال جتنا سستے داموں خرید سکتا ہے اتنا سستا خرید لے خواہ دکاندار کو نقصان ہو جائے اسی طرح دکاندار اپنے مال کی کئی گناء زیادہ قیمت لگاتا ہے۔ اچھا مال دکھا کر ردی مال بیچتا ہے۔ دونوں گروہ ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ کھرا نہیں کرتے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ صلوٰۃ کا جو طریقہ حضور اکرم ﷺ نے متعین فرمایا ہے اس کی رعایت نہیں کرتے۔ طریقہ تو یہ ہے کہ تسلی سے دیکھ بھال کر وضو کیا جائے۔ اعضاء کو تین، تین بار دھویا جائے اور سنت کے مطابق وضو کیا جائے لیکن عموماً لوگ جلدی میں وضو کرتے ہیں۔ بھاگتے دوڑتے وضو کرتے ہیں چند چھینٹے مارے، آدھے اعضاء گیلے آدھے خشک رہ گئے۔ بھاگتے دوڑتے صلوٰۃ ادا کی اس حال میں کہ قیام سے رکوع میں گئے، وہیں سے سجدے میں گر گئے پھر جلسے میں نہیں بیٹھے۔ مرغ کی طرح ٹھونگیں مار کر جلدی جلدی فارغ ہو گئے۔ اس سے بجائے نور نصیب ہونے کے وہ نور جو مزاج میں بطور استعداد کے ہے کہ وہ انوارات قبول کرے وہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس لاپرواہی کا انجام کیا ہو رہا ہے؟

عبادات کی رعایت ان اوضاع یعنی اس وضع قطع اور ان طریقوں کے مطابق کرنی چاہیے جو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں۔

"تناسب درمیان نفس اور بقرہ خصوصاً صفراء کے:

قولہٗ تعالیٰ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ "البقرہ:69

ترجمہ: وہ ایک زرد رنگ کا بیل ہے۔

"صوفیہ نے نفس کو اس بقرہ سے تشبیہ دی ہے اور اس سے اور مناسبت بڑھ جاتی ہے کہ یہ گائے اصفر تھی اور اہل کشف نورِ نفس کو بھی اصفر بتاتے ہیں"

....

بنی اسرائیل میں ایک قتل ہو گیا پتہ نہیں چلتا تھا کہ کس نے کیا ہے؟ موسیٰؑ کے پاس آئے۔ آپؑ نے فرمایا اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً البقرہ:67 ایک بیل ذبح کر دو۔ وہ سوال کرنے لگے کہ بیل کیسا ہو؟ آپ نے فرمایا اللہ کریم فرماتے ہیں زرد رنگ کا ہو۔ پھر کہنے لگے زرد رنگ کے تو بے شمار بیل ہیں کوئی اور شناخت بتائیں۔ مزید تفصیل آ گئی کہ ایسا ہو جو نہ ہل میں جوتا گیا ہو، جو بچہ ہو نہ بوڑھا بلکہ جوان ہو۔

اس سے دو باتیں اخذ ہوتی ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہی لکھی ہے کہ صوفیاء بھی نفس کے رنگ کو زرد بتاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ نفس وہ بیل ہے کہ جسے ذبح کیا جائے تو حقائق کھل جاتے ہیں۔

یہاں ایک اور بات اخذ ہوتی ہے جو استاذنا حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ جو کہہ دے اور جو آپ کو سمجھ آ جائے اس کے مطابق عمل کریں۔ جیسے شیخ نے کہہ دیا کہ درود شریف پڑھا کرو تو جو درود شریف آپ پڑھیں گے اس سے وہی فائدہ ہوگا آپ اگر سوال کر لیں کہ کون سا درود پڑھوں تو ایک قید اور بڑھا لیں گے۔ پھر مزید سوال کیا کتنی بار پڑھوں؟ اور شیخ فرما دے دس ہزار بار پڑھ لو تو پھر دس ہزار بار پڑھا نہ جائے تو؟ اس لئے فرماتے ہیں کہ شیخ جو کہہ دے اسی کے کرنے سے سالک کا فائدہ ہے۔ بنی اسرائیل کوئی بھی بیل ذبح کر دیتے تو مسئلہ حل ہو جاتا لیکن انہوں نے سوال پر سوال کر کے اپنے لئے مشکلات پیدا کر دیں۔

اللہ کے ہر حکم اور ہر فیصلے میں بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں جن سب کو پالینا انسان کے بس میں نہیں۔

وہ بیل یتیم بچوں کا تھا ان کا والد بہت نیک تھا اور وہ بہت بے روزگار تھے۔ بنی اسرائیل کے لوگ بیل تلاش کرتے کرتے ان تک پہنچ گئے۔ جب انہیں وہ مطلوبہ نشانیاں اس بیل میں مل گئیں تو اللہ کریم نے بیل کے مالکوں کے دل میں القاء کر دیا کہ ان سے کہو کہ یہ بیل ذبح کریں۔ اس کی کھال کا مشکیزہ بنائیں۔ اس میں اشرفیاں بھریں تو یہ اس بیل کی قیمت ہوگی۔ بنی اسرائیل کو یوں یہ بیل بہت زیادہ قیمت دے کر خریدنا پڑا اور تلاش کرنے کی مشقت علیحدہ اٹھانی پڑی۔

یہ دلیل بھی ہے کہ شیخ جو کہہ دے جو سمجھ آئے اس کے مطابق کر گزرو تو کام ہو جاتا ہے۔ آپ سوال کرتے جائیں گے وہ بات بتاتا جائے گا قید بڑھتی جائے گی اور قید کے بڑھنے سے آپ کو تکلیف ہوگی۔

....

"جمادات کا ذی شعور ہونا:

قولہٗ تعالیٰ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۗ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (البقرہ:74) ان ہی پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں۔ اس میں دلیل ہے قول صوفیاء کی کہ جمادات کے لئے اتنا شعور ثابت کرتے ہیں جس سے وہ حق تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔

....

یعنی صوفی جو کہتے ہیں کہ ہر چیز میں اپنی حیثیت کے مطابق شعور ہے اور یہ کہ ہر چیز اللہ سے ڈرتی ہے اور اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ پتھر بھی خوف الٰہی سے لڑھک جاتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ان میں شعور ہے۔

''استکبار کا اکثر معاصی کی اصل ہونا:

قولہٗ تعالیٰ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى الیٰ قولہٗ تَقْتُلُوْنَ O (البقرہ:87) کیا جب بھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس احکام ایسے لائے جن کو تمہارا دل نہ چاہتا تھا۔ اس میں دلیل ہے کہ کبر اکثر معاصی کی اصل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تکذیب اور قتل کو استکبار پر مرتب فرمایا ہے۔

فرماتے ہیں اس میں دلیل ہے کہ گناہ کی بنیاد یا جز بندے کے اپنے اندر ہوتی ہے۔ شیطان اگر ابھارتا ہے تو اس بنیاد کو ابھارتا ہے جو ہمارے اندر ہوتی ہے۔ ہم تو ہر گناہ شیطان کے ذمے لگاتے ہیں لیکن وجود کے اندر گناہ کی اصل نہ ہو تو شیطان کچھ نہیں کر سکتا۔ فرماتے ہیں یہاں اللہ کریم نے فرمایا کہ نبیؐ آئے اور جو بات تمہارے دل کو نہ بھائی اس کی تم نے تکذیب کر دی اور انبیاء کو جھٹلایا۔ اس کا مطلب ہے کہ تکذیب کا اصل محرک اُن کی دلی خواہش تھی۔ چونکہ گناہ کی اصل بندے کے اپنے اندر ہوتی ہے۔ جس کے باعث گناہ سرزد ہوتے ہیں تو بجائے شیطان کے پیچھے بھاگنے کے اپنے آپ کے ساتھ محنت کی جائے۔ اپنے قلب کو صاف کیا جائے۔ اپنے اندر کو صاف کر لیں اور اپنے اندر گناہ کی رغبت نہ رہے تو شیطان کیا کرے گا؟ اور اگر اپنے اندر وہ مرض موجود ہو تو شیطان اس کو بڑھا سکتا ہے۔

یہاں ان کے تکبر کو، ان کی عدم اطاعت کو اور ان کے استکبار کو اس کی دلیل قرار دیا ہے کہ ان کے اندر تکبر تھا۔ گناہ کی اصل جز بندے کی اپنی ذات میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ خود اپنی سوچوں سے پیدا کرتا ہے۔ دن رات خود سوچتا رہتا ہے کہ میرے پاس اتنی دولت ہو جائے۔ پھر شیطان اسے Exploit کرتا ہے اور کہتا ہے کہ چوری کر کے مل جائیں گے۔ رشوت لے لو مل جائیں گے۔ اسی طرح بندے کو اپنی بڑائی میں مبتلا کرنے والی سوچوں کے نتیجے میں گمراہ کرتا ہے۔ بندہ ریاکاری پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اگر باطن میں گناہ کی بنیاد نہ ہو تو بندہ کہے گا کہ اللہ مجھے جو دے رہا ہے یہ حلال ہے اور یہ کافی ہے تو اس کا شیطان کیا بگاڑے گا؟ تو فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جرم کی اصل اور بنیاد بندے کے اندر ہوتی ہے۔

''احوال موہوبہ میں کسب کو کچھ دخل نہیں:

قولہٗ تعالیٰ اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ O البقرہ:90

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس بندہ پر اس کو منظور ہو نازل فرما دے۔ اس میں دلیل ہے اس پر کہ احوال موہوبہ محض فضل و مشیت سے میسر ہوتے ہیں۔ ان میں مجاہدہ کو کچھ دخل نہیں''

اللہ جسے چاہتا ہے محض اپنے فضل سے عطا فرماتا ہے۔ جس کے لئے منظور ہوتا ہے اس پر اپنی نوازش نازل فرماتا ہے۔ وہبی چیزوں کے عطا ہونے میں مجاہدہ کو دخل نہیں۔ جو چیزیں وہبی ہوتی ہیں وہ محض عطائے الٰہی ہوتی ہیں۔ مجاہدے کی محتاج نہیں ہوتیں۔ یعنی ایک بندہ زیادہ مجاہدہ کرتا ہے لیکن اسے وہ چیز نہیں ملتی اور دوسرے کا مجاہدہ اتنا زیادہ نہ بھی ہو تو اسے مل جاتی ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ جو چیز من جانب اللہ عطا ہوتی ہے اس میں محنت و مشقت کو دخل نہیں ہوتا اور جو چیز محنت پر موقوف ہے اس کے اپنے ثمرات ہیں کہ محنت و

مجاہدہ کبھی خالی نہیں جاتا اس کے اپنے ثمرات ہوتے ہیں لیکن ثمرات موہوبہ جو دہبی طور پر اللہ کی طرف سے عطا ہوتے ہیں ان میں کسی مجاہدے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

''اشتیاق موت علامتِ ولایت سے ہے:

قولہٗ تعالیٰ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ البقرہ:94

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر (تمہارے بقول) عالم آخرت اللہ کے نزدیک محض تمہارے ہی لئے نافع ہے بلاشرکت غیرے تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔

یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ منجملہ علاماتِ ولایت کے حُبِ موت ہے۔خواہ طبعاً یا عقلاً حسبِ تفاوتِ احوال''۔

فرماتے ہیں کہ یہودی کہتے تھے کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ) اور آخرت ان کی ہے۔ جنت ان کے لئے تو اللہ کریم نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا: انہیں کہیے کہ اپنے لئے موت کی دعا کر لو۔ جب بقول تمہارے جنت تمہارے ہی لئے ہے تو پھر تمہیں کیا ڈر ہے؟ اپنے لئے موت مانگ لو لیکن یہ اس طرف نہیں جاتے۔ فرمایا' یہ دلالت کرتا ہے کہ حُبِ موت علامت ولایت ہے خواہ طبعاً ہو یا عقلاً جو حسب تفاوت احوال ہے۔فرمایا' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بندے کا دعویٰ اور کردار ایک جیسا ہو۔اگر کردار دعوے کے مطابق نہیں تو جھوٹ بولتا ہے۔ جیسے یہاں بتایا گیا ہے کہ یہ اگر سچے ہوتے تو موت کی تمنا کرتے۔اسی طرح ایک بندہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ولی اللہ ہے تو اس کا کردار لمحہ بہ لمحہ اور ذرا ذرا حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق ہوگا اور اگر کردار اور ہے اور دعویٰ اور تو جھوٹ بولتا ہے۔

''عداوت اہل اللہ کا عداوتِ حق تعالیٰ کے لئے سبب بن جانا:

قولہٗ تعالیٰ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ الیٰ قولہ تعالیٰ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ البقرہ:98

ترجمہ: جو شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو اور فرشتوں کا اور پیغمبروں کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے ایسے کافروں کا۔

اس میں دلالت ہے اس پر کہ اہل اللہ کی عداوت اللہ کی عداوت کا سبب بن جاتی ہے''۔

فرماتے ہیں کہ اس آیۂ کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں سے دشمنی ایسے ہی ہے جیسے اللہ سے دشمنی کی جائے۔

''دلائل السلوک'' میں اس پر سیر حاصل بحث گزر چکی ہے۔

''ادب شیخ کی تعلیم:

قولہٗ تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا ۝ البقرۃ:104

ترجمہ: اے ایمان والو! تم راعنا مت کہا کرو۔اس آیت میں ادب شیخ کی تعلیم ہے کہ جس امر میں ادب شیخ میں خلل پڑنے کا شبہ بھی ہو اس سے بچنا چاہیے''۔

راعنا عربی کا ایک لفظ تھا جس کے معنی تھے کہ ہم سے رعایت کیجئے، یعنی بات سنی نہیں گئی تو دہرا دیجئے جیسے انگریزی میں ایسے موقع پر Excuse me کہتے ہیں یا اردو میں ''معاف کیجئے'' ''میں سمجھ نہیں سکا'' استعمال ہوتا ہے۔ یہودی اور منافقین راعنا کو بگاڑ کر راعینا کہتے تھے۔ راعی کا معنی ہے چرواہا۔ اس طرح راعنا کا معنی بدل جاتا۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ نے لڑکپن میں بکریاں بھی

چرائیں تو وہ اس لفظ کو بگاڑ کر بارگاہ عالی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں طنز کرتے تھے۔

دیکھیے جہاں نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک اور آپ ﷺ کی عزت کا سوال آیا اور لفظ کے غلط استعمال سے توہین کا شبہ پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ لفظ ہی لغت سے خارج کر دو۔ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا۔ رَاعِنَا کہنا ہی ترک کر دو۔ وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا اور انْظُرْنَا کا لفظ استعمال کرو۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد اول بار ہی سنو اور سمجھو۔ یہ ضرورت ہی پیش نہ آئے کہ حضور اکرم ﷺ کو دوسری بار تکلیف دی جائے کہ دوبارہ ارشاد فرمائیں اور اگر ایسی ضرورت پیش آ ہی جائے تو یوں عرض کرو ''انْظُرْنَا'' ہماری طرف نظر کرم کیجئے۔

اس آیہ میں ادب شیخ کی تعلیم ہے کہ جس عمل سے ادب شیخ میں خلل کا شبہ ہو اس سے بھی بچنا چاہیے۔ فرمایا: اس میں یہ دلیل ہے کہ شیخ کا احترام ایسے کیا جائے کہ کوئی ایسا عمل بھی نہ کیا جائے جس سے یہ ظاہر ہو کہ شیخ کا ادب نہیں کیا گیا۔

حضور اکرم ﷺ تشریف رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں کلی طور پر منع کر دیا گیا ہے کہ رَاعِنَا کہو ہی نہیں۔ یہاں سے دلیل لی گئی ہے کہ شیخ موجود ہو یا نہ ہو ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہیے کہ دیکھنے والا دیکھ کر اندازہ لگائے کہ یہ شخص اپنے شیخ کا ادب نہیں کرتا۔

''ایک وارد کے عوض میں دوسرے کا عطا ہو جانا:

قولہٗ تعالیٰ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۝ البقرہ:106

ترجمہ: ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں یا اس آیت کو فراموش کر دیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس ہی کی مثل لے آتے ہیں۔ اس آیت سے اس کی طرف اشارہ سمجھا جاتا ہے کہ جو وارد بلا اختیار عبد زائل یا مغلوب ہو جاوے، حق تعالیٰ اس سے بہتر یا اس کی مثل عطا فرما دیتا ہے۔ پس بندہ کو اس پر حسرت نہ کرنا چاہیے''۔

یعنی بندے نے اپنی طرف سے کوئی غلطی نہیں کی۔ اپنا کام صحیح کر رہا ہے لیکن جو کیفیات اور واردات اس پر آتی ہیں وہ کسی وقت رک جاتی ہیں یا ختم ہو جاتی ہیں تو فرمایا اس پر پریشان نہیں ہونا چاہیے کہ جو کیفیات ختم کرتا ہے وہ ان جیسی یا ان سے بہتر اور عطا بھی کر دیتا ہے۔

''اولاد مشائخ کے دعویٰ فلاح بناء بر انساب کا بطلان:

قولہٗ تعالیٰ وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ البقرہ:111

ترجمہ: اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جانے پاوے گا بجز ان لوگوں کے جو یہودی ہوں یا ان لوگوں کے جو نصرانی ہوں۔ یہ دل بہلانے کی باتیں ہیں۔ آپ کہیے اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ (ضرور دوسرے لوگ جاویں گے)
اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ فلاح اکساب سے ہے انساب سے نہیں کیونکہ بناء دعویٰ فریقین کا یہی انتساب تھا جیسے ہمارے زمانے میں اولاد مشائخ کی حالت ہے''۔

یہود و نصاریٰ کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ چونکہ پیغمبروں کی اولاد ہیں اور اللہ کے مقبول بندے ہیں لہٰذا وہی جنت جائیں گے تو اس پر فرمایا گیا کہ ان کے پاس کیا دلیل ہے؟ کیا اللہ نے ان سے کوئی وعدہ کیا ہے؟ کسی کتاب میں اتارا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو ان کا بھی ویسے ہی

محاسبہ ہوگا۔

فرماتے ہیں اس میں یہ دلیل ہے کہ فلاح وکامیابی ہر شخص کے اپنے ایمان، اپنے مجاہدے سے ہے۔ کسی کا محض بیٹا ہونے سے نہیں۔ ہاں نسب بھی ہو اور کسب بھی۔ بیٹا بھی ہو اور ایمان اور عمل میں مجاہدہ بھی ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے لیکن اگر بیٹا ہو اور عمل نہ ہو تو پھر کچھ حاصل نہیں۔ اس کا تعلق کسب سے ہے محض نسب سے نہیں۔

''جہلاء صوفیہ کا ردّ بعض اہل سلسلہ کی باہم دگر تنقیص کے بارہ میں:

قولہٗ تعالیٰ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَیْءٍ ۝ البقرہ:113

ترجمہ: اور یہود کہنے لگے نصاریٰ کسی بنیاد پر نہیں۔

اسی پر قیاس کیا جاتا ہے بعض جہلا صوفیہ کا ایسی گفتگو کرنا کہ چشتیہ، نقشبندیہ کی تنقیص کرتے ہیں اور بالعکس''۔

یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کی کوئی بنیاد نہیں۔ نصاریٰ کہتے ہیں یہود کی کوئی بنیاد نہیں اس پر قیاس کیا جاتا ہے کہ بعض جاہل صوفیاء کا ایسی گفتگو کرنا کہ چشتیہ، نقشبندیہ کی تنقیص کرتے ہیں، درست نہیں۔ جاہل بعض سلاسل کو اچھا سمجھتے ہیں بعض پر اعتراض کرتے ہیں۔ فرمایا' یہ درست نہیں۔ سب اچھے ہیں۔ پشتو کا ایک محاورہ ہے کہ

منزل کو ٹولا یولے لارے جدا جدا

منزل سب کی ایک ہے رستہ اپنا' اپنا ہے۔ اسی طرح جتنے بھی سلاسل تصوف ہیں سب اچھے ہیں۔ راستہ اپنا' اپنا ہے لیکن منزل سب کی ایک ہے۔ رضائے باری ہی سب کی منزل ہے لہٰذا اگر آپ کسی ایک سلسلے پر عمل کر رہے ہیں تو دوسرے میں نقائص نہ نکالیں۔ اس پر اعتراض نہ کریں۔ آپ اپنے طریقے پر عمل کریں دوسرے کو اپنے پر عمل کرنے دیں۔

''حق تعالیٰ کا جہت سے منزہ ہونا:

قولہٗ تعالیٰ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ البقرہ:115

ترجمہ: کیونکہ تم جس طرف منہ کرو ادھر اللہ تعالیٰ کا رخ ہے۔ اس میں دلیل ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ کسی جہت کے ساتھ مقید نہیں''۔

اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ کسی ایک مقام، سمت کے ساتھ مقید نہیں۔ جدھر بھی رخ کرو گے ذات الٰہی موجود ہوگی۔

''جو اپنی اصلاح نہ چاہے اس کے درپے نہ ہونا:

قولہٗ تعالیٰ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝ البقرہ:119

ترجمہ: ہم نے آپ ﷺ کو ایک سچا دین دے کر بھیجا ہے کہ خوشخبری سناتے رہیے اور ڈراتے رہیے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی باز پرس نہیں ہوگی۔

یہ آیت اصل ہے ہمارے حضرات صوفیاء کی اس عادت کی کہ جو شخص اپنی اصلاح نہ چاہے اس کے درپے نہیں ہوتے''۔

فرماتے ہیں کہ صوفیاء کا یہ طریقہ عین سنت کے مطابق ہے کہ جو شخص اپنی اصلاح نہیں چاہتا اس کے پیچھے نہیں بھاگتے کہ پکڑ پکڑ کر اسے مرید کرتے پھریں۔ انہیں مریدوں کی تعداد بڑھانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ جو طالب ہو اس کی تربیت کرنا مقصود ہوتا ہے۔

''اہلیتِ خلافت کے شرائط:

قولہٗ تعالیٰ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ الیٰ قولہٗ تعالیٰ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ البقرہ:124

ترجمہ: حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا مقتدا بناؤں گا۔ انہوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی کسی کسی کو۔ ارشاد ہوا میرا عہدہ کسی خلاف ورزی کرنے والوں کو نہ ملے گا۔

اس میں دلالت ہے کہ خلافتِ ارشادیہ اخلالِ عمل کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی''۔

فرمایا جب اللہ کریم نے حضرت ابراہیمؑ کو فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بناؤں گا تو انہوں نے عرض کی یا اللہ! میری اولاد کو بھی یہ نعمت عطا ہوگی؟ اللہ پاک نے فرمایا کہ وعدہ خلافی کرنے والوں کو یہ نعمت نہیں ملے گی۔ فرماتے ہیں کہ اس میں دلالت ہے کہ خلافت ارشادیہ اخلاص عمل سے ملتی ہے۔ جن میں خلوص نہیں ہوتا انہیں نہیں ملتی۔

''تمنائے بقائے سلسلہ:

قولہٗ تعالیٰ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ البقرہ:129

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! اور اس جماعت کے اندر ان ہی میں کا ایک ایسا پیغمبر مقرر کر دیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیات پڑھ کر سنایا کرے اور ان کو کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیا کرے۔ بلاشبہ آپ ہی غالب القدرت کامل الانتظام ہیں۔

اس آیت میں اصل ہے اس کی جو کہ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اپنے بعد اپنے سلسلہ کے باقی رہنے کی تمنا کرتے ہیں''۔

اس آیت میں اصل ہے کہ مشائخ اور اولیاء اللہ کو اکثر یہ خیال ہوتا ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے تو کام چل رہا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوگا؟ فرمایا کہ اس کی اصل اس آیت میں ہے جو ابراہیمؑ نے دعا کی تھی کہ یا اللہ! ان میں ان اوصاف کا نبیؐ پیدا فرما۔ انہیں یہ درد تھا کہ ان کے پیچھے سلسلہ نبوت چلتا رہے۔

''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ:

قولہٗ تعالیٰ وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۝ البقرہ:130

ترجمہ: اور ملت ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو۔ اس میں اس قول کی اصل ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور اس کی تقریر النکت الدقیقہ میں اخیر حدیث کی شرح میں مذکور ہے''۔

''موتوا قبل ان تموتوا:

قولہٗ تعالیٰ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ البقرہ:132

ترجمہ: سو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔

اس میں رمز ہے موت اختیاری کی طرف کیونکہ امر اور نہی امور اختیاریہ کے ساتھ مختص ہیں''۔

بعض لوگ زندگی کے بجائے موت کو اختیار کر لیتے ہیں۔ جب حالات ایسے ہو جائیں کہ دین پر زندہ نہ رہا جا سکے تو وہ اللہ سے دعا کر لیتے ہیں کہ یا اللہ! تو مجھے کافر ہونے سے پہلے موت دے دے۔ تو یہ بات شاید ہماری سمجھ میں نہ آئے کہ یہ ہماری سمجھ سے بالاتر بات ہے۔ ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں جو حالات سے اس

قدر تنگ آ جائیں کہ جب کھانے کو سوائے حرام کے نہ ملے، سچ بولنے پر زبان کٹ جاتی ہو، سجدہ کرنے پر سر کٹ جاتا ہو تو وہ کہتے ہیں یا اللہ! اس ترکِ عبادات سے پہلے مجھے موت دے دے۔ فرماتے ہیں ان میں اس کے لئے جواز ہے لیکن یہ بات شاید ہم سمجھ پائیں یا نہ سمجھ سکیں!

''مقام مرادیت:

قولہٗ تعالیٰ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ؁ البقرہ:144

ترجمہ: اس لئے ہم آپ کو اسی قبلہ طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لئے آپ کی مرضی ہے۔ اس میں اصل ہے مقامِ مرادیت کی''۔

''طریق الی اللہ کا کثیر ہونا:

قولہٗ تعالیٰ وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۝ البقرہ:148

ترجمہ: اور ہر شخص کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا رہے سو تم نیک کاموں میں تگاپو کرو۔

ایک توجیہ اس آیت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امور دنیویہ و اخرویہ میں لوگوں کو احوال متفاوتہ پر بنایا ہے چنانچہ ایک بوتا ہے دوسرا پیتا تیسرا پکاتا ہے (یہ تو امور دنیویہ میں ہے) اسی طرح امرِ دین میں ہے چنانچہ ایک حدیث جمع کر رہا ہے دوسرا فقہ حاصل کر رہا ہے تیسرا اصول کی طلب میں ہے اور اس حدیث میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر شخص کے لئے وہی آسان ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

(فَاسْتَبِقُوا کے معنی یہ ہوں گے کہ ان میں سے ہر وقت میں وہ چیز لو جو اس وقت خیر اور مصلحت ہو) اور اسی سے فرع ہے وہ قول جو بعضے بزرگوں سے اس سوال کے وقت کہ لوگ اپنے افعال میں متفاوت کیوں ہیں منقول ہے کہ یہ سب طرق ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف۔ اللہ تعالیٰ ان سب طرق کو اپنے بندوں سے آباد رکھنا چاہتے ہیں اور جو شخص جس طریق میں چلنے کے وقت حق تعالیٰ کی رضا کا قصد کرے گا اس تک واصل ہو جائے گا لیکن مناسب یہی ہے کہ ان سب طرق میں جو سب سے احسن ہو اس کا اہتمام کرے کیونکہ مراتب متفاوت ہیں اور شیون مختلف ہیں اور مظاہر اسماء کے جدا جدا ہیں اور بعض نے اس کے تاویل میں کہا ہے کہ ہر شخص کا قبلہ جدا ہے چنانچہ مقربین کا قبلہ عرش ہے اور روحانیین کا کرسی ہے اور کروبین کا بیت معمور ہے اور انبیاء سابقین کا بیت المقدس ہے اور آپ ﷺ کا قبلہ کعبہ ہے اور وہ تو آپ کے جسد کا قبلہ ہے اور رہا آپ کی روح کا قبلہ سو میں ہوں''۔

فرماتے ہیں جس طرح دنیا میں ایک شخص بوتا ہے دوسرا اس کی نشونما پر محنت کرتا ہے اور غلہ پک جائے تو سنبھالتا ہے۔ کوئی اس غلے سے روٹی بناتا ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیج بونے والا مر گیا اس فصل کو کسی اور نے سینچا اور جب پھل آیا تو دوسرا بھی مر چکا، تھا۔ اس غلے کو کھانے والا کوئی اور آ گیا۔ تو یہ تسلسل جو ہے دین میں بھی رہنا چاہیے، نیک اعمال کا بھی تسلسل رہنا چاہیے۔ دنیاوی امور میں تو ہم سب ہی ایسا کرتے ہیں۔ ہم بڑھاپے میں بھی درخت لگا رہے ہیں۔ ہمیں پتہ ہے کہ اس کا پھل آنے تک ہم نہیں رہیں گے۔ لیکن ہم لگاتے ہیں کہ بچے پیچھے ہیں ان کے کام آئے گا۔ تو فرمایا دین میں بھی یہ کوشش کرنی چاہیے۔ اور دوسروں کو بھی اس پر لگائیں تا کہ وہ تسلسل چلتا رہے۔

''ترقی کی انتہا نہیں:

قولہٗ تعالیٰ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ البقرہ:150

ترجمہ: اور تا کہ تم راہ پر رہو۔

ایسے لوگوں کو خطاب کرنا جو پہلے سے مہتدی ہیں اس پر دلیل ہے کہ ترقی کی انتہا نہیں۔ پس سیرالی اللہ کے بعد سیر فی اللہ ہے۔

یعنی یہ خطاب کہ تم راہ پر رہو تو یہ ان لوگوں کو ہو رہا ہے جو پہلے سے راہ پر ہیں۔ مسلمان ہیں، نیک ہیں، انہی کو فرمایا جا رہا ہے کہ یہ کام کرو تا کہ تم ہدایت پر ہی رہو۔

فرمایا اس میں دلیل ہے کہ ترقی کی کوئی حد نہیں کوئی انتہا نہیں۔ یہ بات میں پہلے بھی میں کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ قربِ الٰہی اور منازل سلوک میں ترقی کی کوئی حد نہیں۔

"بعض تعلیم صحبت پر موقوف ہے:

قولہٗ تعالیٰ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ O البقرہ:151

ترجمہ: اور تم کو ایسی باتیں تعلیم کرتے ہیں جس کی تم کو خبر بھی نہ تھی۔

یہ اس پر دال ہے کہ کتاب وحکمت کی تعلیم کے بعد تعلیم کی ایک اور قسم بھی ہے اور وہ صحبت پر موقوف ہے"۔

یہ اس بات پر دلالت ہے کہ کتابوں، حکمتوں کی تعلیم کے علاوہ ایک تعلیم اور قسم کی بھی ہے جو صحبت پر موقوف ہے۔ فرماتے ہیں ایک تو کتاب کی تعلیم ہو، ایک حکمت کی۔ اس کتاب پر عمل کرنے کے طریقے یا اذکار کے طریقے یا لطائف ومراقبات کا کروا دینا۔ فرماتے ہیں وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ O تمہیں ایسی تعلیم دی جاتی ہے جس کی تمہیں خبر نہیں۔ یہ تیسری قسم کی تعلیم ہے جو محض شیخ کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ وہاں بیٹھے رہنے سے کچھ عجیب چیزیں منکشف ہو جاتی ہیں جو شیخ زبانی بیان بھی نہیں کرتے۔ آپ سنتے بھی نہیں لیکن صحبت کی برکت سے ایک تیسرا علم بھی ہے جو اللہ دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

"ذکر کا اصلی ثمرہ:

قولہٗ تعالیٰ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ O البقرہ:152

ترجمہ: پس (ان نعمتوں پر) مجھ کو یاد کرو۔ میں تم کو (عنایت سے) یاد رکھوں گا۔ یہ ذکر کا اصلی ثمرہ ہے اس کو متحضر رکھا جاوے تو کبھی تشویش نہ ہو"۔

فرماتے ہیں ذکر کا حقیقی انعام یہی ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ بندہ یاد کرتا ہے اپنی عاجزی اور ضرورت سے اور وہ جب یاد کرتا ہے تو وہ اپنے انعام واکرام سے یاد کرتا ہے۔ جب ذکر کے ساتھ یہ وعدہ ہو گیا تو فرمایا پھر ذاکر کو کوئی فکر نہیں پھر اس کو تشویش نہیں ہونی چاہئے۔ اگر اللہ کریم کو متحضر رکھا جائے تو کبھی تشویش نہیں ہوتی۔ بالکل فکر نہیں رہتی۔

"مجاہدہ اضطراریہ کا نافع ہونا:

قولہٗ تعالیٰ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ O البقرہ:155

ترجمہ: اور ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے، فاقہ سے اور مال وجان و پھلوں کی کمی سے۔

اس میں دلالت ہے کہ مجاہدہ اضطراریہ بھی نافع ہوتا ہے"۔

بعض لوگوں پر مجاہدہ اضطراری آ جاتا ہے اور وہ بھی فائدہ دیتا ہے یعنی اللہ کے نیک بندے ہیں بالخصوص یہ ذکر ہو رہا ہے سالکین کا کہ وہ منازل میں جا رہے ہیں تو جتنا مجاہدہ اس منزل کا حق ہے اس کے لئے اللہ انہیں کسی تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے۔ کوئی بیماری آ جاتی

ہے،کوئی دکھ آجاتا ہے،کہیں کوئی مقدمہ بن جاتا ہے تو وہ جو پریشانی اور دکھ آجاتے ہیں اس سے ان کا مجاہدہ ہو جاتا ہے کہ راتوں کو کھڑے ہو کر نوافل نہ پڑھے لیکن راتوں کو سفر کر کے مقدمے کی تاریخیں بھگتنا پڑیں تو فرماتے ہیں یہ جو مجاہدہ اضطراری ہے وہ اپنی مرضی سے اختیار نہ کیا جائے۔ مجبوراً ہی بھگتنا پڑے تو اہل اللہ کو نفع دیتا ہے اوران کواس پر ترقی درجات نصیب ہوتی ہیں۔

''قبض اور تمام مصائب کا علاج:

قولہٗ تعالیٰ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ O البقرہ:156

ترجمہ: ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔

یہ تمام مصائب کا علاج ہے۔ان میں سے قبض بھی ہے''۔

فرماتے ہیں یہ تمام امراض ومصائب کا علاج ہے۔ان میں قبض بھی ہے یعنی کبھی حالات میں قبض آجائے،مشاہدات رک جائیں، کیفیات محسوس نہ ہوں تو فکر نہ کرے کہ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کے پاس جائیں گے۔جب وہ کچھ لے لیتا ہے تو ہمارا کیا بگڑا؟ سب کچھ اسی کا ہے۔اس میں فکر کرنے کی کیا بات ہے۔

''علوم معاملہ کے کتمان کی مذمت:

قولہٗ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا O البقرہ:159

ترجمہ: جو لوگ اخفا کرتے ہیں ان مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے۔اس میں دلالت ہے اس شخص کی مذمت پر جو اپنے مریدوں کے سوا دوسروں سے علوم معاملہ کو چھپاوے کیونکہ یہ علوم ما انزل اللہ میں داخل ہیں البتہ علوم مکاشفہ کے چھپانے کا امر کیا جاوے گا کیونکہ وہ منزل من اللہ نہیں (اور بعض اوقات اس کے اظہار میں فتنہ ہو جاتا ہے'')۔

اس میں اس شخص کی مذمت کی گئی ہے کہ جو اپنے مریدوں کے سوا دوسروں سے علوم چھپائے یعنی اس میں اس شخص کی مذمت کی گئی ہے جو اپنے مریدوں کو تو باتیں بتاتا ہے اور جو مرید نہ ہو اسے نہیں بتاتا۔یہ ظلم ہے۔فرمایا' اللہ کی بات سب کو بتاؤ۔جو بتانے کی بات ہے جو اللہ نے نازل کر دی جو بیان کرنے کی بات ہے وہ عامۃ الخلائق کی ہے۔کتنی کے لوگوں کی نہیں کہ جو آپ کو نذرانے دیں انہیں بتا دو اور جو نہ دیں انہیں نہ بتاؤ۔ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

''مراقبہ:

قولہٗ تعالیٰ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ O البقرہ:164

ترجمہ: دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔

اس میں اصل ہے مراقبہ کی (کیونکہ یہ استدلال بالمصنوعات علی الصانع تامل پر موقوف ہے'')

اس میں مراقبہ کی اصل ہے کہ یہ دلیل ہے مصنوعات سے صانع کی طرف یعنی اس کی بنائی ہوئی چیزوں سے اس کی عظمت کو پانا اور یہ مراقبے کی دلیل ہے کہ غور کرے گا تو ان چیزوں کو پائے گا اور مراقبہ یہی ہے کہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔

''شرک فی المحبت پر شرک کہہ دینا:

قولہٗ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ O البقرہ:165

ترجمہ: اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اوروں کو بھی اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں۔ ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنا ضروری ہے۔

اس میں اصل ہے اس کی کہ شرکت فی المحبت پر اطلاق شرک

کا کر دیتے ہیں''۔

فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے ورنہ اس پر بھی صوفی شرک کا اطلاق کر دیتے ہیں۔ فرمایا' اس کی اصل اس آیت میں ہے۔

قولہٗ تعالیٰ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ البقرہ:165

ترجمہ: اور جو مومن ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔

اس میں دلالت ہے کہ مطلق محبت غیر اللہ کی، محبت الٰہیہ کی منافی نہیں (جیسا کہ لفظ اشد سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی درجہ میں دوسرے کی بھی محبت ہے''۔

''مطلق محبت غیر کا محبت الٰہی کے منافی:

فیض الرحمن اسلام آباد

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو

معاشرے میں اگر کسی شخص کے بارے میں یہ مشہور ہو جائے کہ اس کو اپنی تعریف کرنے کی عادت ہے۔ یا وہ بہت ڈینگیں مارتا رہتا ہے تو عموماً ایسے شخص کو لوگ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ مگر برصغیر کے شعراء حضرات کا عجیب معاملہ ہے۔ ان کو مکمل آزادی ہے کہ اپنی جتنی بھی تعریف کرلیں ان کو روک ٹوک کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغؔ
ہندوستان میں دھوم ہماری زباں کی ہے
غیروں کا اختراع و تصرف غلط ہے داغؔ
اردو ہی وہ نہیں جو ہماری زباں نہیں

حفیظؔ اہل زباں کب مانتے تھے
بڑے زوروں سے منوایا گیا ہوں

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
شاید کہ تم کو میرؔ سے صحبت نہیں رہی

بڑا جی خوش ہوا حالیؔ سے مل کر
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ان باتوں سے بالا تھے کیونکہ وہ عوام اور خواص میں ویسے ہی بہت مقبول تھے۔ وصال سے نصف گھنٹہ قبل مندرجہ ذیل دو شعر کہے:

سُرودِ رفتہ باز آید کہ نہ آید
نسیمے از حجاز آید کہ نہ آید
سر آمد روز گارے این فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ نہ آید

اس کے چند منٹ بعد آخری شعر کہا

نشانِ مردِ مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

مرزا غالب نے سوچا کہ کوئی روک ٹوک تو ہے نہیں۔ کیوں نہ سب سے اونچی جگہ پر ہاتھ مارا جائے۔ چنانچہ ولی ہونے کا دعویٰ کر دیا:

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالبؔ
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

آگے چل کر فلسفۂ ہمہ اوست کی گتھیاں سلجھاتے نظر آتے ہیں

اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مُشاہدہ ہے کس حساب میں

اب آتے ہیں مضمون کے عنوان کی طرف۔

یہ غالب کے ایک شعر کا مصرعہ ہے۔ پورا شعر اس طرح ہے:

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

اس شعر میں مرزا صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ جس طرح عشقِ

مجازی والے بادہ و ساغر کی بات کرتے ہیں اسی طرح عشقِ حقیقی والے یعنی اہلِ تصوف کو بھی بادہ و ساغر کی بات کرنی پڑتی ہے۔ صوفیۂ متاخرین کی کتب کو دیکھیں تو مرزا صاحب کا دعویٰ درست معلوم ہوتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید (مولوی محمد دین حنفی چشتی) نے ان کی کتب اور رسائل کی بنیاد پر ایک کتاب مرتب کی تھی۔ جس کا نام ''شریعت اور طریقت'' رکھا تھا۔ اور کتب خانہ اشرفیہ کو ہاٹی بازار راولپنڈی سے شائع کی تھی۔ کتاب کے ٹائٹل پر ''از افادات حکیم الامت مجدد الملّت جامع الشریعت والطریقت مولانا محمد اشرف علی شاہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ'' لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب میں ایک باب اصطلاحات کے بارے میں ہے۔ اس باب میں لکھا ہے کہ تصوف کی اصطلاحات دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو مقاصد کے متعلق ہیں۔ وہ تو شریعت سے الگ نہیں ہیں۔ بلکہ مقاصد میں تصوف کی اصطلاحات کی حقیقت وہی ہے جو شریعت میں مذکور ہے۔ اور دوسری وہ اصطلاحات ہیں جو امور زوائدہ کے متعلق ہیں۔ وہ شریعت سے جدا ہوسکتی ہیں۔ جیسے تعدد امثال، توحید وجودی، شغل، رابطہ وغیرہ۔ یہ صوفیہ کا طریقہ ہے کہ اپنے اسرار (رازوں) کو عوام سے بچانے کے لئے اصطلاحیں مقرر کرلی ہیں۔ ورنہ وہ قرآن وحدیث سے جدا ہوکر کوئی نئی بات نہیں کہتے۔ ہاں علماء خشک جو ان کی اصطلاحات کو سمجھ نہیں سکتے ان پر اعتراض کر دیتے ہیں۔ ان اصطلاحات کو دو حصوں میں لکھا گیا ہے۔ اوّل اقسامِ اولیاء اور دوم متفرق اصطلاحات۔ حصہ اوّل کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف متفرق اصطلاحات کا ذکر کرتے ہیں:

ابرو و چشم و جمال: کلام اور الہامِ غیبی کو کہتے ہیں۔

ابن الوقت ابوالوقت: ابن الوقت وہ سالک ہے جو مغلوب الحال ہو۔ یعنی جو حالت اس پر وارد ہو اس کے آثار میں مغلوب ہو جائے۔ اس کے مقابل ابوالوقت ہے۔ یعنی وہ سالک جو اپنے حال پر غالب ہو۔ یعنی جس کیفیت کو چاہے اپنے اوپر وارد کرلے مثلاً اُنس وشوق وفنا، وجد وغیرہ۔

اتحاد: خدا تعالیٰ کی ہستی میں مُستغرق ہونے کا نام اتحاد ہے۔

اتصال: ماسویٰ اللہ سے منقطع ہونے کو حق کے ساتھ اتصال کہتے ہیں۔ اور ذات کا اتصال ذات سے نہیں ہوتا۔ حق تعالیٰ کی شان میں یہ اعتقاد رکھنا کفر ہے۔

بادہ وشراب: عشق اور محبت کو کہتے ہیں۔

بادہ فروش، پیرِ مغاں: مرشد ورہبر کو کہتے ہیں۔

بُت وشاہد: معانیٔ مقصودہ کو کہتے ہیں۔

اقامت: عشق کے غلبہ کو کہتے ہیں۔

بُت خانہ، بتکدہ، شراب خانہ، عالمِ معنیٰ: عارف کے باطن کو کہتے ہیں۔

تجلّی واستتار: تجلّی ظہور کو کہتے ہیں اور استتار پوشیدہ ہونے کو۔ تجلّی کی کئی قسمیں ہیں اور ہر ایک کے جدا آثار ہیں۔ ایک تجلّی ذاتی ہے۔ اس کا اثر یہ ہے کہ اگر سالک کے وجودِ عنصریٰ کے صفات وآثار کچھ باقی ہیں تب تو بے ہوش ہوجاتا ہے۔ چنانچہ موسیٰؑ طور پر بے ہوش ہوگئے۔ اگر وجودِ عنصریٰ کے آثار بالکل فانی ہوچکے ہیں تو مشاہدہ کرسکتا ہے۔ چنانچہ قبل موت تو یہ خلعت خاص رسول اللہ ﷺ کو عنایت ہوا۔ اور بعد موت سب مومنین کو جنت میں دیدار ہوگا۔ دوسری تجلّی صفاتی ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اگر صفات جلالی تجلّی کریں تو سالک پر خشوع وخضوع کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور اگر صفات جمالی تجلّی کریں تو سالک کو سرور واُنس ہوتا ہے۔ تیسری تجلّی افعالی ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ سالک کی نظر کسی مدح وذم، نفع وضرر پر نہیں رہتی۔

دلبر: قبض کی صفت کو کہتے ہیں۔

دلبر و دوست و صنم و محبوب: صفات کی تجلی و انکشاف کو کہتے ہیں۔

دلدار: صفت بسط کو کہتے ہیں۔

زلف: ذات و حقیقت کے غائب ہونے کو کہتے ہیں

زنّار: یک رنگی اور یک جہتی کی علامت کو کہتے ہیں۔

ساغر و پیمانہ: جو شخص غیبی انوار کا مشاہدہ اور مقامات کا ادراک کرے۔

ساقی و مطرب: معنوی فیض پہنچانے والوں کو کہتے ہیں۔

سالک، واقف، راجع: فوائد الفواد میں ہے کہ سالک وہ ہے جو راہ چلے اور واقف وہ ہے جو بیچ میں اٹک جائے۔ پس جب سالک عبادت میں کوتاہی کرتا ہے اگر جلدی سے توبہ و استغفار کر کے پھر سرگرم ہوگیا تو پھر سالک بن جائے گا۔ اگر خدانخواستہ وہی غفلت رہی تو اندیشہ ہے کہ کہیں راجع یعنی واپس نہ ہو جائے۔

اس راہ کی لغزش کے سات درجے ہیں۔ اعراض، حجاب، تفاصل، سلب مزید، سلب قدیم، تسلّی، عداوت۔ اوّل اعراض ہوتا ہے۔ اگر معذرت و توبہ نہ کی تو حجاب ہو گیا۔ اگر پھر بھی اصرار رہا، تفاصل ہوگیا۔ اگر اب بھی استغفار نہ کی تو عبادت میں جو ایک زائد کیفیت ذوق وشوق کی تھی وہ سلب ہوگئی۔ یہ سلب مزید ہے اگر اب بھی اپنی بے ہودگی نہ چھوڑی تو جو راحت و حلاوت کہ، زیادتی کے قبل اصل عبادت میں تھی وہ بھی سلب ہوگئی۔ اس کو سلب قدیم کہتے ہیں۔ اگر اس پر بھی توبہ میں دیر کی تو جدائی کو دل گوارا کرنے لگا۔ اس کو تسلی کہتے ہیں۔ اگر اب بھی وہی غفلت رہی تو محبت عداوت میں تبدیل ہوگئی۔ نعوذ باللہ منہا۔

سعادت: خدا تعالیٰ کی ہستی میں مُستغرق ہو جانا۔

سفر در وطن: سفر در وطن یہ ہے کہ سالک طبیعت بشریہ سے سفر کرے۔ یعنی صفات ذمیمہ کو چھوڑ کر صفات حمیدہ اختیار کرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنانا اور اپنے اندر وہ اخلاق پیدا کرنا۔

شمع: اللہ تعالیٰ کے نور کو کہتے ہیں؛

سیر الی اللہ و سیر فی اللہ: تعلق مع اللہ کے دو درجے ہیں۔ ایک سیر الی اللہ یہ تو محدود ہے۔ ایک سیر فی اللہ یہ غیر محدود ہے۔ سیر الی اللہ یہ ہے کہ نفس کے امراض کا علاج شروع کیا یہاں تک کہ امراض سے شفاء ہوگئی۔ اور ذکر و شغل سے تعمیر شروع کی۔ یہاں تک کہ وہ انوارِ ذکر سے معمور ہوگیا۔ یعنی تخلیہ و تحلیہ کے قواعد جان گئے۔ معالجۂ امراض سے واقف ہو گئے۔ نفس کی اصلاح ہوگئی۔ اخلاقِ رذیلہ زائل ہوگئے۔ اخلاق حمیدہ اور انوارِ ذکر سے قلب آراستہ ہوگیا۔ اعمال صالحہ کی رغبت طبیعت ثانیہ بن گئی۔ اعمال و عبادت میں سہولت ہوگئی۔ نسبت و تعلق مع اللہ حاصل ہوگیا۔ تو سیر الی اللہ ختم ہوگئی۔ اس کے بعد سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا حسب استعداد انکشاف ہونے لگا۔ اسرار و حالات کا ورود ہونے لگے۔ یہ غیر محدود ہے۔

شاہد: جو چیز قلب پر غالب ہو وہ شاہد ہے۔ بعض کا قول ہے کہ شاہد صاحب جمال کو کہتے ہیں۔ اگر اس کے روبرو آجانے سے صوفی کے قلب میں کچھ تغیر پیدا نہ ہو تو یہ علامت اس کے فنائے نفس کی ہے اور اگر تغیر پیدا ہو جائے تو علامت حیاتِ نفس کی ہے۔ تو گویا صاحبِ جمال اس کے حال کا شاہد ہوا۔

شطح: بے اختیاری کی حالت میں جو غلبۂ وارد کی وجہ سے ظاہری قواعد کے خلاف کوئی بات منہ سے نکل جائے اس کو شطح کہتے ہیں۔ اس شخص پر کوئی گناہ نہیں۔ مگر اس کی تقلید جائز نہیں۔

شقاوت: حق تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہنا۔
شیدا: اہل جذب واہل شوق کو کہتے ہیں۔
صبح: احوال واوقات اور اعمال کے طلوع کو کہتے ہیں۔
صبوحی: باہم تکلم کو کہتے ہیں۔
طریقِ جذب وطریقِ سلوک: تربیت کے دو طریق ہیں۔ایک جذب دوسرا سلوک۔جذب یہ ہے کہ سالک پر ذکر وفکر کے ذریعے سے محبت کا غلبہ کیا جائے۔اور اعمال زائدہ میں کم لگایا جائے۔اور اس طریق محبت کے ذریعے سے اس کو مقصود تک پہنچایا جائے۔ دوسرا طریق سلوک۔وہ یہ کہ تلاوت قرآن مجید اور نوافل وغیرہ میں زیادہ مشغول کیا جائے۔
غمگساری: رحمانی صفت کو کہتے ہیں۔
غیرت: اہل کمال کے نزدیک طاعت حق ہر امر میں مقدم ہوتی ہے۔اگر احیاناً کسی چیز کی مشغولی نے طاعت حق میں خلل ڈالا تو اہل کمال کو اس چیز کے رفع کرنے کا ایک ولولہ پیدا ہوتا ہے۔یعنی حق تعالیٰ سے غافل کرنے والی چیز سے نفرت ہو جانا۔اس کو غیرت کہتے ہیں۔
فلاشی: مصاحبت اور اعمال کے اپنانے کو کہتے ہیں۔
قلندر وقلاش: اہل صفا، اہل ترک اور اہل فنا کو کہتے ہیں۔
کباب: حق تعالیٰ کی تجلیات میں دل کی پرورش ہونا۔
کشف وشہود: عین اللہ کے مرتبہ کو کہتے ہیں۔
کفر: اندھیری کو کہتے ہیں:
کلسیا: عالمِ حیوانی کو کہتے ہیں:
گبرو کافر: جو شخص وحدت میں یک رنگ ہو جائے اور غیر اللہ سے روگرداں ہو جائے۔

مے: اس ذوق کو کہتے ہیں جو سالک کے دل سے اٹھتا ہے اور اس کو خوش وقت بناتا ہے۔
گیسو: سالک کے ظاہر کو کہتے ہیں۔
لب ودہان: حیات کی صفت کو کہتے ہیں۔
محاضرہ ومکاشفہ ومشاہدہ: محاضرہ تجلی افعال کو کہتے ہیں۔مکاشفہ تجلی صفات کو اور مشاہدہ تجلی ذات کو۔محاضرہ قلب سے ہوتا ہے۔ مکاشفہ سر سے اور مشاہدہ روح سے۔
مست وخراب: استغراق کو کہتے ہیں۔
مست وشیدا: اہل حزن وذوق کو کہتے ہیں۔
مستی: عشق کو مع اس کی جمیع صفات کے ساتھ اختیار کرنا۔
مکہ ومدینہ: مکہ کی حقیقت تجلی الوہیت اور مدینہ کی حقیقت تجلی عبدیت ہے۔اور عارف ہر وقت اپنے اندر تجلی الوہیت اور تجلی عبدیت کا مشاہدہ کرتا ہے وہ جہاں بیٹھے گا مکہ ومدینہ اس کے ساتھ ہے۔مگر جو محقق ہے وہ صورت کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔بلکہ حتی الامکان صورت ومعنی دونوں کے جمع کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔
میخانہ: لاہوت یعنی مرتبہ اجمال صفات حق کو کہتے ہیں۔
مئی لعل: یعنی عاشقوں کا خون جو آنسو بن کر ان کی آنکھوں سے ٹپکتا ہے۔
نسبت: جب ذکر اللہ کی مواظبت اور ریاضت ومجاہدات کی کثرت سے ظلمات نفسانیہ وکدورات طبیعہ کا ازالہ ہو جاتا ہے تو قلب وروح کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک مخصوص تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔اس کو نسبت سے تعبیر کرتے ہیں۔اور اسی نسبت کے پیدا ہو جانے کا نام وصل یا وصول ہے۔
نظر برقدم: نظر برقدم یہ ہے کہ آمد ورفت میں جہاں کہیں بھی ہو

نظر اپنے پاؤں پر رکھے تا کہ نظر منتشر نہ ہو۔ سالک کی نظر جس مقام پر ختم ہو سالک اپنا قدم اس مقام پر رکھے۔

نگاہداشت: اپنے دل کی غیر اللہ کے خیالات کے آنے سے نگہبانی کرنا۔

وارد: خاطر تو کلام نفسی ہے اور وارد عام ہے جمیع کیفیات کو جیسے حزن وسرور، قبض وبسط وغیرہ۔

وصل: اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ذوقی حضور و تعلق ہو جائے اور غیر سے غفلت وذہول۔ جب یہ نسبت متصل ہو جائے اس کو وصل کہتے ہیں۔

وفا: عنائیت ازلی کو کہتے ہیں۔

وقت ونفس: بندہ پر جو حال غالب ہو جیسے حزن وسرور اس کو وقت کہتے ہیں۔ اور یہ سالک وغیر سالک دونوں کو پیش آتا ہے۔ دوسرے معنی وقت کے سالک کے ساتھ مخصوص ہیں۔ وہ یہ کہ غیب سے کوئی ایسا حال غالب ہو کہ سالک اپنی حالت سے باہر ہو جائے۔ اگر یہ حالت دائم ہے تو نفس کہتے ہیں۔

وقوف زمانی: بندہ ہر حال میں اپنے احوال کا واقف ہو۔ اگر طاعت ہے تو شکر کرے اور اگر نافرمانی ہے تو عذر چاہے۔

وقوف عددی: اس کا مطلب یہ ہے کہ نفی واثبات میں طاق عدد کا لحاظ رکھے۔

وقوف قلبی: وقوف قلبی یہ ہے کہ ذاکر حق تعالیٰ کا واقف ہو۔ اس طرح کہ دل متواتر غیر اللہ سے متعلق نہ ہو۔

ہمت: قلب کو کسی طرف اس طرح یکسو کرنا کہ دوسری چیز کا خطرہ نہ آئے۔ اس کو ہمت کہتے ہیں۔ اس ہمت سے بڑے بڑے کام بنتے ہیں۔ آج کل اس کو توجہ کہتے ہیں۔

ہوش دردم: یعنی اپنے نفس پر ہمیشہ ہوشیار رہے تا کہ کوئی سانس غفلت میں نہ گزرے۔ اور یہ شغل نفس کے انتشار کو دفع کرنے والا ہے۔

ہیبت: قبض میں جب اور ترقی ہوتی ہے اس کو ہیبت کہتے ہیں۔

یادداشت: یعنی ہر حال میں بطریق ذوق اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا۔

یقین کے مراتب: یقین کے تین مرتبے ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔ علم الیقین کا مرتبہ یہ ہے کہ کوئی کسی شے کو پختہ اعتقاد کے ساتھ جان لے۔ جیسے کسی کو یہ علم ہو جائے کہ آگ جلاتی ہے۔ عین الیقین یہ ہے کہ اس کے ساتھ مشاہدہ بھی ہو جائے مثلاً آنکھ سے دیکھ لے کہ آگ کسی شے کو جلا رہی ہے۔ حق الیقین یہ ہے کہ اس کے ساتھ اتصاف بھی حاصل ہو جائے مثلاً کوئی شخص اپنا ہاتھ آگ میں ڈال کر دیکھ لے اور ہاتھ جل جائے۔

دعائے مغفرت

1۔ سلسلہ عالیہ کے ساتھی ماسٹر محمد امین (مرحوم) ڈھلی (چکوال) کی اہلیہ محترمہ۔

2۔ سلسلہ عالیہ کے ساتھی عمران اکبر (رحیم یار خان) کے والد محترم

3۔ سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اسلم (اویسیہ سوسائٹی لاہور) کی والدہ ماجدہ

4۔ سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد شعیب (بورے والا) کی والدہ ماجدہ

5۔ سلسلہ عالیہ کے ساتھی اصغر علی (گوجرانوالہ) کے والد محترم

6۔ سلسلہ عالیہ کے ساتھی ملک منیر احمد / محمد فاروق (گوجرانوالہ) کے والد محترم

7۔ سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اسماعیل (ڈسکہ) کی والدہ اور والد محترم وفات پاگئے ہیں

8۔ سلسلہ عالیہ کے ساتھی صاحب مجاز غلام مصطفیٰ صاحب (راولپنڈی) کی اہلیہ محترمہ وفات پاگئیں۔

9۔ سلسلہ عالیہ کے ساتھی حافظ محمد صدیق (جھنگ) کی اہلیہ محترمہ

10۔ سلسلہ عالیہ کے ساتھی ثناء اللہ جان (اسلام آباد) کی اہلیہ محترمہ

11۔ سلسلہ عالیہ محمد ریاض سپیشل کلاس (اسلام آباد) کی والدہ ماجدہ

ان سب کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اکرم التفاسیر

05-11-10

حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوانؒ

دین کے نام پر رسومات کی سزا

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا
مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَ
اَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً
عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوْا
مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا
وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓي اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ
فِيْهِ شُرَكَاۗءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ
عَلِيْمٌ ﴿١٣٩﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ
سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ
افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ
﴿١٤٠﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ
مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ
وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا
مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا
تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٤١﴾ وَمِنَ
الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۭ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ
وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ
مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ
الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ
اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ
الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ
الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ
الْاُنْثَيَيْنِ ۭ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ
بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٤﴾ سورۃ الانعام' آیات 138 تا 144' رکوع 17

ترجمہ: ان آیات مبارکہ کا بامحاورہ اور سلیس ترجمہ یہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جانور مخصوص ہیں انہیں ہماری مرضی کے علاوہ کوئی نہیں کھا سکتا یا ان پر سوار ہونا منع ہے یا پھر جانور مقرر کر لیتے تھے کہ اس پر کبھی اللہ کا نام نہیں لیا جائے گا، نہ سوار ہوتے وقت، نہ ذبح کرتے وقت۔ کسی طرح بھی اس پر اللہ کا نام نہیں لیا جائے گا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ اور یہ ساری باتیں وہ اپنے پاس سے جوڑتے تھے

یعنی خود گھڑ لیتے تھے۔ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۱۳۸﴾ کوئی بات گھڑ کے اللہ کے ذمے لگانا یہ بہت بڑا جرم ہے۔ انہیں بہت سخت سزا دی جائے گی وہ اس کا بدلہ پائیں گے۔ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا ۖ پھر ایک اور رسم تھی وہ کہتے تھے کہ اس مادہ کے پیٹ میں جو ہے یہ صرف مردوں کے لئے ہے اور عورتوں کے لئے حرام ہے۔ جانور ذبح کرتے تھے جس میں جو بچہ ہوتا اسے بھی ذبح کر لیتے اور اس پر شرط لگا دیتے کہ اس جانور کا گوشت تو عورتیں کھا سکتی ہیں لیکن اس بچے کا گوشت صرف مرد کھائیں گے۔ وہ عورتوں کے لئے حرام ہے لیکن اگر وہ مردہ نکلتا، ذبح نہ کرنا پڑتا تو پھر کہتے اب سب کھا سکتے ہیں، مرد بھی عورتیں بھی۔ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ یہ لوگ ان سب غلط بیانیوں کی سزا پائیں گے إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۳۹﴾ بلاشبہ اللہ کریم بہت علم والے، حکمت والے ہیں۔ لوگ گھبرا جاتے ہیں کہ یہ ظلم بھی ہو رہا ہے، یہ بھی ہو رہا ہے تو انہیں سزا کیوں نہیں ملتی؟ فرمایا، یہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے ہر کام اس کی حکمت کے مطابق ہوتا ہے لیکن وہ جانتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ سب اپنا اپنا بدلہ پائیں گے۔ اسی طرح جو لوگ اولاد کو قتل کر دیتے ہیں، جہالت اور بے علمی کی وجہ سے وہ اس کا بدلہ پائیں گے اور جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو اپنی طرف سے باتیں جوڑ کر لوگوں پہ حرام کر دیتے ہیں یہ لوگ گمراہ ہو چکے ہیں اور ان کی واپسی کی بھی کوئی امید نہیں۔ ہدایت ہوتی ہے اللہ کے نبی کی اطاعت۔ چونکہ خود اللہ کریم کا تعارف بھی نبی کی وساطت سے ہوتا ہے۔ نبی پاک نے بتایا اللہ واحد ہے، اللہ لاشریک ہے، اس کی ذات ایسی ہے، اس کی صفات ایسی ہیں، تو نبی کی بات کو چھوڑ کر جب لوگ اللہ کے ذمے جھوٹ باندھنے لگ جائیں تو ان کی ہدایت کی کون سی توقع رہ گئی؟ ایسے لوگوں کی واپسی کی کوئی امید نہیں رہتی۔ فرمایا، وہی ہستی ہے جس نے تمہارے لئے باغات بنائے جن میں کچھ بیلیں ایسی ہیں جو درختوں پر چڑھ جاتی ہیں جیسے انگور وغیرہ یا کچھ ایسی ہیں جو زمین پر پھیل جاتی ہیں اور کھجور کے درخت ہیں اور مختلف قسم کی زراعت ہے۔ اسی طرح زیتون اور انار اور بے شمار پھل جو بظاہر ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہوتے ہیں لیکن ذائقے اور اثر میں ایک دوسرے سے مختلف بھی ہوتے ہیں فرمایا، كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ رزق اللہ نے دیا ہے لہٰذا جو پھل اگتے ہیں وہ کھاؤ کہ یہ تمہارے ہی لئے ہیں وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ جس باغ سے پھل حاصل کرتے ہو یا کھیتی سے فصل حاصل کرتے ہو تو اس میں سے غریبوں، مسکینوں کا حصہ بھی ادا کرو۔ اگر کسی کو دولت مل جاتی ہے تو اس پر ڈھائی فیصد دینا فرض ہے۔ اسی طرح آب پاشی والی زمین کی کھیتی میں بیسواں حصہ مسکینوں کا حق ہے اور بارانی زمین میں یعنی جس زمین کی سیرابی بارش پر منحصر ہو اس کی کھیتی کا دسواں حصہ مساکین کا ہے۔ اسی طرح پانچ اونٹوں سے زائد پر زکوٰۃ ہے تو جانوروں میں بھی اور مال میں بھی اللہ کریم نے غریبوں اور مسکینوں کا بھی حصہ رکھا ہے۔ فرمایا، جو عطا ہوا ہے وہ کھاؤ لیکن فصل حاصل کرتے ہو تو اس میں سے مساکین کو بھی دو وَلَا تُسْرِفُوا ۚ اور بے جا خرچ نہ کرو اس لئے کہ اللہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ جانوروں میں سے اس نے ایسے بھی بنا دیئے ہیں جو چھوٹے قد کے ہیں بڑے قد کے بھی ہیں حَمُولَةً وَفَرْشًا ۚ ایسے بھی ہیں جو بہت بڑے بڑے بھی ہیں ایسے بھی ہیں جو چھوٹے چھوٹے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو تمہارا رزق ہیں۔ اللہ نے جو رزق دیا ہے جو حلال کیا ہے وہ ضرور کھاؤ لیکن کمانے کھانے یا خرچ کرنے میں تینوں باتوں میں شیطان کی پیروی نہ کرو۔ رزق کماتے ہو جانور لیتے ہو تو چوری کر کے نہ لاؤ۔ حلال و جائز طریقے سے محنت کر کے کما کے لاؤ۔ رزق حلال کماؤ، جائز ذرائع سے کماؤ پھر اسے جائز جگہ پر خرچ بھی کرو۔

اور شیطان کے پیچھے نہ چلو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ مویشی جن کی حلت وحرمت میں بحث کرتے ہو وہ آٹھ نر و مادہ پیدا کئے گئے ہیں۔ دو نر و مادہ بھیڑ بکریوں میں اور ان سے یہ پوچھیں کہ کیا ان کے نر حرام ہیں یا مادائیں حرام ہیں یا دونوں اس میں شامل ہیں۔ تو فرمایا ان سے فرمائیے نَبِّـُٔوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر تم سچے ہو تو اس پر کوئی علمی دلیل لاؤ۔ کس نبی نے یہ بات بتائی، کس آسمانی کتاب میں یہ بات آئی۔ علمی دلیل تو یہی ہوسکتی ہے کہ کہاں کسی نبی نے، کسی آسمانی کتاب نے تمہیں بتایا۔ اگر سچے ہو تو کوئی علمی دلیل اس پر لاؤ۔ اسی طرح اونٹ کا جوڑا ہے یا گائے بھینس کا جوڑا ہے تو ان میں سے تم جسے چاہتے ہو حرام کر دیتے ہو جسے چاہتے ہو حلال کر دیتے ہو۔ ایک بات متعین ہونی چاہیے کہ ان کا نر حرام ہے یا مادہ حرام ہے یا بچہ حرام ہے؟ کوئی ایک چیز مقرر کرو کوئی ایک دلیل مقرر کرو یہ کوئی بات نہ ہوئی کہ پانچ جانور ہیں تو تم کہتے ہو ان میں سے ایک حرام ہے کیا اس کی شرعی دلیل ہے؟ اگر پانچ گائے بھینسیں ہیں تو اس میں سے ایک کو حرام کر دینے کی کون سی دلیل ہے؟ یا تو پانچوں حلال ہوں گی یا پانچوں حرام ہوں گی تو فرمایا اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا جب اللہ نے ایسا حکم نہیں دیا کہ اس میں سے کوئی چیز حرام ہے اور جب اس پر کوئی عقلی دلیل بھی نہیں بنتی کوئی نقلی دلیل بھی نہیں کہ آسمانی کتاب میں بتائی ہو تو پیچھے یہ بات رہ جاتی ہے کہ کیا تم نے اللہ کریم کے روبرو یہ سنا ہے؟ اللہ نے تمہیں روبرو حکم دیا؟ اگر اللہ کسی کو روبرو حکم دیتا تو وہ اللہ کا نبی ہوتا تم نبی تو نہیں ہو تو پھر یہ تو بڑا جھوٹ ہے جو تم اللہ پر بولتے رہے ہو۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اس سے بڑا کون برا ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بولے اور پھر اس کے جھوٹ کی وجہ سے لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ پھر اپنی جہالت کی وجہ سے اللہ کی مخلوق کو گمراہ بھی کرے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اللہ کریم ظالم کو اور ظلم کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتے، توبہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔

تفسیر: اس پورے رکوع میں ان رسومات کا ذکر ہے جو ہم بعض اوقات مشکلات دور کرنے کے لئے ایجاد کر لیتے ہیں۔ بعض اوقات حصول رزق کے لئے سہولتیں حاصل کرنے کے لئے کوئی رسم ایجاد کر لیتے ہیں تو قرآن کا منشاء یہ ہے کہ دین اسلام واضح ہے۔ اس میں حلال حرام واضح ہے۔ اس میں جائز ناجائز کی وضاحت کر دی گئی ہے اور جو بات قرآن نے بتا دی، اللہ کے رسول ﷺ نے بتا دی، سلف صالحین سے نقل ہوتی چلی آرہی ہے، وہی دین ہے۔ اس میں اپنی طرف سے ایجاد کرنا بے دینی ہے۔ دنیا میں جتنے باطل مذاہب ہیں ان میں اگر آپ غور فرمائیں گے تو باطل مذاہب کی جتنی رسومات عبادت کے نام پہ کی جاتی ہیں ان میں صرف ایک بات ہوتی ہے کہ اس دیوی کی پوجا کرو تو دنیا کی فلاں نعمت مل جائے گی، بیماری ٹھیک ہو جائے گی یوں بیماری ٹھیک کرنے والا دیوتا الگ ہے، پیسے دینے والا دیوتا الگ ہے، بارش برسانے والا الگ ہے یا کچھ دیوتا ایسے ہیں جن کی وجہ سے مصیبت دور ہوگی کچھ ایسے ہیں جن کی وجہ سے فائدہ ہوگا۔ حالانکہ دنیا کے سارے کے سارے کام اگر دیوتاؤں نے کرنے ہیں تو دنیا کا نظام جو اللہ کریم نے بنایا ہے وہ کس لئے ہے؟ ان سارے توہمات کو باطل قرار دے کر اسلام نے بڑی سیدھی سادی زندگی کا معیار دیا ہے۔ اسلام واحد مذہب ہے جو صرف کمانے کی حدود متعین نہیں کرتا بلکہ خرچ کرنے کی ہدایت بھی دیتا ہے۔ دنیا کے جتنے مالیاتی نظام ہیں آج بھی ان میں ایسی اخلاقی حدود مقرر ہیں خواہ وہ مسلمانوں کے قوانین ہوں یا غیر مسلموں کے۔ مثلاً چوری، ڈاکہ، دھوکہ دہی اور فریب سے کمانا ہر معاشرے میں ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے البتہ سود اور جوا، وغیرہ کافروں کے ہاں کمانے کا ذریعہ ہیں۔ اسلام میں کمانے کے جائز ذرائع معروف

اور مقرر ہیں۔ غریبوں کی نگہداشت حکومت کا کام ہے۔ چونکہ حکومت سب کی والی ہوتی ہیں تو غریبوں کا حصہ جمع کرنا حکومت کا کام ہے اور پھر اس کو غریبوں پر خرچ کرنا یہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہوتی ہے اگر کوئی براہ راست غریبوں کو دے دیتا ہے تو اس کا فرض ادا ہو جاتا ہے لیکن حقیقتاً ذمہ داری حکومت کی ہوتی ہے۔ اس ذمہ داری کی ادائیگی، اس طرز پر ہوتی ہے جو نبیؐ نے تعلیم فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سارے صدقات اور زکوٰۃ مرکز میں جمع ہوتے تھے۔ بیت المال میں جمع ہوتے تھے اور پھر وہاں سے محتاج ومساکین کو تقسیم ہوتے تھے۔

دنیا کے جتنے مالیاتی نظام ہیں ان میں یہ موجود ہے کہ کس کس طرح کمایا جاسکتا ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ اسلام کے مطابق ہے یا نہیں۔ یہ بھی موجود ہے کہ اس پر کتنا ٹیکس دینا ہوگا؟ اس کے بعد جو بچتا ہے وہ اس فرد کا اپنا مال ہے۔ خواہ وہ اسے جوئے میں ہار دے، خواہ اسے شراب پی کر اڑا دے، خواہ وہ نوٹوں کو رکھ کر آگ لگا دے اس سے دنیا کا کوئی مالیاتی نظام بحث نہیں کرتا۔ صرف اسلام کا مالیاتی نظام ایسا ہے جو خرچ کرنے میں بھی فرد کا ہاتھ پکڑ کر ساتھ چلتا ہے اور فرماتا ہے کہ بے جا خرچ نہ کرو جو ضرورت ہے وہ ضرور پوری کرو۔ اللہ نے رزق دیا ہے تو خرچ کرو بلکہ تعریف فرمائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی حیثیت کے مطابق لباس پہننا اللہ کریم کا شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اچھا کھاؤ لیکن حلال ہو، جائز ہو، پاکیزہ ہو۔ اچھا کھاؤ لیکن بے جا خرچ نہ کرو، فضول خرچ نہ کرو، ضائع نہ کرو کہ مال تمہارا اپنا نہیں ہے۔ تمہارے پاس اللہ کی امانت ہے اور اس کی مخلوق صرف تم نہیں، مخلوق تو نسل در نسل پیدا ہو رہی ہے۔ گزرتی جا رہی ہے۔ مال اللہ کا ہے جس میں آنے والی نسل کا بھی حق ہے۔ تمہارے پاس جو اللہ کا عطا کردہ مال ہے اس میں پتہ نہیں کس آنے والے کا حصہ ہوگا اور کس کا حصہ ہوگا تو اسے ضائع نہ کیا جائے اس لئے کہ اللہ ضائع کرنے والوں کو قطعاً پسند نہیں کرتا لیکن ہوتا یہ ہے کہ لوگ اس بات پہ یقین نہیں کرتے۔ جسے ایمان کہتے ہیں یہ یقین کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ ہم الحمدللہ مسلمان ہیں۔ الحمدللہ ہمارا دعویٰ ہے ایمان کا لیکن جب ہمارا عمل دیکھا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ہم جو کچھ زبان سے کہتے ہیں وہ ہمارے اندر نہیں ہے مثلاً آپ عبادت ہی کو دیکھ لیں یہ جو نماز پنجگانہ ہے یہ پانچ وقت موقع دیا گیا ہے ہر مسلمان کو کہ وہ کپڑے پاک کر کے باوضو ہو کر پوری دنیا سے کٹ کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے۔ اللہ کی حمد وثنا کرے اور دنیا وآخرت کی ہر چیز اللہ سے مانگے۔ اپنے دکھ سکھ اس کے حضور پیش کرے۔ وہ سننے والا ہے۔ وہ قادر ہے کہ اس کی بات سنے۔ اللہ ہمارا ایمان قبول کرلے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری صلوٰۃ خشوع سے خالی ہے۔ کتنے مسلمان ہیں جو صلوٰۃ سے ہی محروم ہیں۔ وہ سجدہ کرنے کیوں نہیں آتے؟ اگر کسی کو کسی معمولی سے افسر سے بھی شناسائی ہو جائے اور وہ افسر اسے کہہ دے کہ کیا تم مجھے روزانہ مل سکتے ہو؟ میرے دفتر آسکتے ہو تو وہ شخص کوئی دن قضاء نہ کرے گا۔ اگر کسی کو وزیراعظم اور صدر سے شناسائی ہو جائے اور وہ صدر کہے کہ تم روزانہ ایوان صدر آسکتے ہو؟ تو وہ کوئی دن قضاء کرے گا؟ وہ تو وہیں جھگی لگا کر بیٹھ جائے گا تو پھر جب اللہ کی بارگاہ میں پانچ بار حاضر ہونے کی اجازت ہی نہ ہو بلکہ حکم دیا گیا ہو کہ لازمی مجھ سے ملا کرو تو حاضر نہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ دنیا بڑی عجیب ہے۔ یہ بہت خوبصورت ہے۔ جس طرح خوبصورت سانپ ہوتے ہیں اور بڑے زہریلے ہوتے ہیں۔ دیکھنے میں رجھا لیتی ہے، برتنے میں کاٹ کھاتی ہے اس لئے اللہ کریم نے فرمایا، دنیا برتنے کے لئے تمہاری ضرورت ہے کہ تم پانچ وقت پانچ بار میری بارگاہ میں حاضر ہو۔ صلوٰۃ کے ذریعے میرے انوارات وتجلیات تمہارے دل میں جائیں اور وہ طاقت لے کر تم دنیا میں جاؤ کہ دنیا تمہیں کاٹ نہ سکے

اس کا زہر تم پر اثر نہ کر سکے ورنہ اللہ کو کسی کی عبادت کی ضرورت نہیں۔ اگر ساری دنیا سربسجود رہے تو اللہ کی شان میں اضافہ نہیں ہو سکتا اور ساری دنیا سجدے چھوڑ دے تو اس کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی وہ ہمارے سجدوں کا محتاج نہیں ہے وہ مستغنی ہے۔ محتاج ہم ہیں۔ یہ ضرورت ہماری ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں۔ اس کے باوجود دیکھ لیں کہ کتنی مخلوق ہے جو اس سے بے پرواہ ہے۔ لوگ کیوں نماز نہیں پڑھتے؟ بات پھر وہاں پر آتی ہے کہ اللہ کے ہونے پر، اس کی قدرت پر، اس کی عظمت پر، ایمان میں کمی ہے۔ سنا سنایا مانتے ہیں یقین کا وہ درجہ نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ جب حجۃ الوداع پر تشریف لے گئے تو حجۃ الوداع کے بعد اس عالم فانی میں حضور ﷺ دو مہینے سے کچھ دن کم دنیا میں رہے اور دنیا سے پردہ فرما گئے۔ بیاسی، چوراسی دن آپ ﷺ کا قیام اس عالم فانی میں رہا۔ حجۃ الوداع پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوتی

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ المائدہ: 3 آج تمہارا دین مکمل کر دیا گیا وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ اور جتنے انعامات مخلوق کو عطا کرنے تھے وہ میں نے اس دین میں سمو دیئے۔ تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اب جو نعمت کسی نے حاصل کرنی ہے اس دین کے راستے سے اس کے ذریعے سے میری بارگاہ سے حاصل کرو اور میں نے اسلام کو تمہارے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پسند کر لیا اور اب کوئی نیا دین نہیں آئے گا، نبی نہیں آئے گا، نئی کتاب نہیں آئے گی۔ تکمیل دین کی یہ خوشخبری صحابہ کرامؓ نے بڑے خوش ہو کر سنی ایک دوسرے کو مبارکباد دی اور پھر سب نے مل کر تلاش کیا کہ سب سے پہلے مبارک باد تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دینی چاہیے وہ حضور اکرم ﷺ کے زیادہ قریب ہیں تو جب انہیں تلاش کیا تو وہ اپنے خیمہ میں ایک طرف رخ مبارک کونے کی طرف کئے خاموش بیٹھے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے تو صحابہؓ نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑا خوشی کا موقع ہے اور آپؓ رو رہے ہیں، فرمایا، ہاں یہ بات تو خوشی کی ہے کہ دین مکمل ہو گیا لیکن میں رو اس لئے رہا ہوں کہ جب دین مکمل ہو گیا تو پھر اس دنیا میں کیا باقی رہ گیا جو حضور اکرم ﷺ یہاں تشریف رکھیں گے اس کا مطلب ہے حضور اکرم ﷺ اعلیٰ علیین میں، جنت الفردوس میں اور اس دنیا سے آگے اعلیٰ مقام پر تشریف لے جائیں گے آپ کا مشن پورا ہو گیا میں تو اس جدائی کو رو رہا ہوں اور وہی بات ہوئی اس کے تھوڑا عرصہ بعد ہی حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اب کیا حلال ہے، کیا حرام ہے؟ کیا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ کیا فرض ہے کیا سنت ہے؟ کیا واجب ہے کیا مستحب ہے؟ کیا مباح ہے؟ کس کی اجازت ہے، کس کی نہیں؟ اللہ نے طے کر دیا، اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ آج تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا گیا۔ پھر کوئی گنجائش ہے کہ آج ہم اپنی طرف سے ایجاد کر لیں کہ یہ دنبہ فلاں بت کو دے دو یا یہ قبر پہ چڑھا دو فلاں بزرگ کے مزار پہ چڑھا دو۔ کسی بت کو نذر کرنے میں اور بزرگ کے مزار پر چڑھانے میں کیا فرق ہے؟ یہی کہ انہوں نے بت کو دیا اور یہ مزار کو دیتے ہیں۔ تو مزار پر دینے والے نے دہرا ظلم کیا کہ اللہ کے ایک نیک بندے کو وہ حیثیت دے دی جو ایک بت کی ہے تو یہ ساری چیزیں جو قرآن کریم نے گنوائیں ہیں آٹھ دس رسمیں جو انہوں نے بنائی ہوئی تھیں کوئی بیماری دور کرنے کے لئے، کوئی دولت بڑھانے کے لئے یا کوئی اولاد حاصل کرنے کے لئے۔ اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے لیکن ساری یہ بیماریاں ہمارے اندر در آئی ہیں اور ہم ایسے بدنصیب ہیں کہ ماں باپ، بیٹا، بچہ، بھائی دوسرے گھر میں سگا بھائی بیماری سے مر رہا ہو گا اس کے لئے دوائی لا کر نہیں دیتے جو بھوکا سو گیا ہے اسے چند دانے غلے کے یا تھوڑا سا آٹا نہیں دیتے کہ وہ بھی کھا لے اور دنبے بکرے لے کر چڑھاوے چڑھاتے پھرتے ہوتے ہیں۔

یہ کون سا دین ہے؟ اس پر تنقید ہو رہی ہے۔ قرآن نزول سے لے کر قیامت تک کے لئے سارے انسانوں کی رہنمائی کے لئے ہے۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ جب اس قسم کی آیات آتی ہیں تو ہم کہتے ہیں یہ تو کافروں کے حق میں تھیں۔ بھئی کافروں کے حق میں تو تھیں لیکن اگر کوئی مسلمان وہی عمل کرے جو کافر کرتا ہے تو کیا اس کے حق میں نہیں ہیں؟ کوئی نیکی کی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں یہ صحابہؓ کے حق میں تھی ٹھیک ہے صحابہ کرامؓ کے حق میں تھیں لیکن اگر کوئی مسلمان صحابہؓ کا اتباع کرے تو کیا وہ اللہ کے انعام کا مستحق نہیں ہے؟ چونکہ قرآن تو قیامت تک کے لئے ہے وہ تو ایک شان نزول ہے کہ اس وجہ سے نازل ہوا۔ شان نزول خاص ہے قرآن کا حکم عام ہے، قیامت تک کے سارے انسانوں کی رہنمائی کے لئے یہ اللہ کی کتاب ہے لہذا جو کوئی بھی عمل ہم کرتے ہیں اس کے پیچھے دلیل ہونی چاہیے جس طرح یہاں مطالبہ کیا گیا کہ تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ کوئی علمی دلیل ہے تو بیان کرو۔ اگر کوئی علمی دلیل نہیں ہے تو پھر تم اللہ پر بہتان باندھ رہے ہو۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم نہیں دیا۔ سلف صالحین سے وہ منقول نہیں ہیں، ہم اپنی طرف سے بنا لیتے ہیں اور پھر بڑی عجیب بات ہے اس پر دلیل یہ دی جاتی ہے کہ نیکی ہی تو ہے۔ زیادہ ہو گئی تو کیا فرق پڑتا ہے؟ مثلاً یہ بڑی دلیل دی جاتی ہے کہ جنازہ پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے۔ دعا مانگنا عبادت ہے، ثواب ہے لہذا کوئی حرج نہیں لیکن اصول کی بات یہ ہے کہ اگر آپ اسے لازمی قرار دے دیں گے اور ہر جنازے پر مانگنا ضروری سمجھیں گے تو اس کی دلیل چاہئے۔ اسے سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت کرنا ہوگا۔ اور جو طریقہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعلیم فرمایا وہ یہ ہے کہ مرنے والے کی قبر جلدی تیار کرو۔ جتنا جلدی ہو سکے اسے غسل دو۔ اس کا جنازہ پڑھو، اس کی میت لے جاؤ، میت کو قبر میں دفن کرو، دفن کرنے کے بعد قبر پر دعا کر کے فارغ ہو جاؤ، چلے جاؤ۔ درمیان میں پھر دعا کہاں سے آگئی بھئی۔ کس نے بتائی اور جب یہ کہا جائے تو کہتے ہیں یہ شخص وہابی ہو گیا ہے۔ میرے ایک بزرگ دوست تھے پچھلے دنوں ان کا وصال ہو گیا۔ ان کے بچوں نے کہا کہ جنازہ ضرور پڑھائیے مجھ سے اتنا چلا بھی نہ جاتا تھا میں کم ہی جاتا ہوں، بچے جاتے ہیں، جنازہ پڑھ آتے ہیں، فاتحہ کرا آتے ہیں، خصوصاً جانا پڑا تو بہت سے لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ نیک آدمی تھا، اس کا جنازہ مولانا سے پڑھوا کہ آپ نے ضائع کر دیا، یہ تو جنازے کے بعد دعا ہی نہیں مانگتے، یعنی اب رسم دین کا اتنا لازمی حصہ بن گئی ہے کہ جو سنت کے مطابق عمل کرتا ہے اسے کہتے ہیں یہ بے دین ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے شہداء کا غائبانہ جنازہ پڑھا۔ ان کی میتیں تو میدانِ جنگ میں دفن ہو گئیں تھیں آپ ﷺ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھا اور دعا مانگی اس صورت میں چونکہ وہ کام نہیں تھا کہ میت کو دفن کیا جائے۔ تو جب حضور اکرم ﷺ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھا تو ان شہداء کے لئے جنازے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے دعا بھی مانگی لہذا اگر آپ کسی کا غائبانہ جنازہ پڑھتے ہیں تو دعا مانگیں کون منع کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس موقع پر تعلیم فرمائی ہے لیکن میت سامنے ہے تو جنازہ پڑھیں، سلام پھیریں، میت کو لے جائیں، قبر میں دفن کریں، مٹی ڈالیں، قبر برابر کر کے دعا مانگیں۔ یہ طریقہ ہے نبی کریم ﷺ کا اور جو لوگ سنت کے خلاف کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ دعا مانگنا بھی عبادت ہی ہے نا، کیا حرج ہے اگر دعا مانگ لی ان کے لئے دلیل یہ ہے کہ صبح کے دو فرض پڑھنا تو عبادت ہی ہے آپ تین پڑھ لیں کیا حرج ہے۔ آپ کے پاس فرصت ہے، پانچ پڑھ لیں کیا فجر ادا ہو جائے گی؟ ایک پڑھیں گے تو بھی نہیں ہوگی، ڈیڑھ پڑھیں گے تو بھی نہیں ہوگی، ایک رکوع چھوڑ دیں گے تو بھی نہیں ہوگی۔ ایک سجدہ چھوڑ دیں گے تو بھی نہیں ہوگی۔ جتنے کام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائیں ہیں اتنے ہی کام کرو گے تو نیکی ہوگی۔ اس میں کمی کرو گے تو بھی نیکی نہیں ہوگی۔ بیشی کرو گے تو بھی نہیں ہوگی۔ نیکی کی بھی اصل چاہئے۔

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں، سلف صالحین سے کوئی سند ملتی ہے تو وہ نیکی ہے۔ اگر خود اپنی طرف سے گھڑلی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھ رہے ہیں جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا۔ آپ وہ کام کر رہے ہیں تو آپ اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں۔ ہم کافروں کو تو گنتے رہتے ہیں یہاں ہمارے آج اذان میں اضافہ کر دیا گیا ہے جس کی کوئی علمی دلیل نہیں۔ اذان میں یہ تبدیلی ایک سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لئے کی گئی تھی۔ مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم نے ایک نیا کام شروع کیا انہوں نے کہا جماعت اسلامی والے وہابی ہیں یہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ نہیں پڑھتے تو تم ہر اذان کے ساتھ پڑھنا شروع کردو تو وہابی اور سنی الگ ہو جائیں گے اب مسئلہ صرف یہ تھا کہ بریلوی مسلک کے حضرات جماعت اسلامی کو ووٹ نہ دیں اصل مطلب یہ تھا کہ یہ ووٹ جماعت اسلامی کو نہ جائیں کیونکہ انہوں نے تو اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام نہیں پڑھنا۔ یوں یہ وہابی ہو جائیں گے اور جو پڑھیں گے وہ اہل سنت ہو جائیں گے تو مولانا جیت گئے، ایم این اے بن گئے، اسمبلی میں چلے گئے!

جو اذان حضرت بلالؓ دیتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وہ صحیح تھی؟ جو خلفائے راشدین کے زمانے میں تھی وہ صحیح تھی؟ جو سلف صالحین سے لے کر آج تک دیتے رہے وہ صحیح تھی یا وہ صحیح ہے جس کے آگے پیچھے ہم نے الصلوٰۃ والسلام لگا لیا ہے؟ یہ الگ بحث ہے کہ الصلوٰۃ والسلام کیسے پڑھنا ہے؟ جو فرد بھی نماز پڑھتا ہے کیا وہ نہیں پڑھتا السلام علیک ایھا النبی۔ ہر بندہ التحیات میں نہیں پڑھتا؟ التحیات میں پڑھ لیتا ہے تو باہر السلام علیک ایھا النبی پڑھ لے تو کیا حرج ہے؟ لیکن السلام علیک ایھا النبی پڑھنے کا کوئی موقع، کوئی محل، کوئی احترام تو ہوگا؟ بزرگوں کو بھی سلام کرنے کا کوئی سلیقہ کوئی طریقہ اور کوئی وقت ہوتا ہے تو پھر بارگاہ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تو شان ہی عظیم تر ہے۔

وہ الیکشن چلے گئے، وہ لوگ چلے گئے، جماعت اسلامی کے زمانے کے بھی لوگ اب کم کم ملتے ہیں شاہ صاحب بھی بڑی مدت ہوئی دنیا سے گزر گئے لیکن وہ رواج پکا ہو گیا کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام لازمی پڑھنا ہے۔ بھٹو صاحب کے زمانے سے پہلے تو کوئی رواج نہیں تھا اس الیکشن سے پہلے ایسا رواج نہیں تھا پھر ایسا پختہ ہوا کہ اب اصل اذان بہت کم لوگ دیتے ہیں۔ اب نئی نسل کو کون بتائے گا کہ اذان کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم ہوتی ہے؟ اس کے آگے بھی بڑھا دیا پیچھے بھی بڑھا دیا۔ اب لا الہ الا اللہ پہ بھی ختم نہیں کرتے لا الہ الا اللہ با آواز بلند کہہ کر پھر اسی مائیک پر محمد رسول اللہ کہتے ہیں۔ حالانکہ اسی اذان میں یہ شہادت گزر چکی کہ میں گواہی دیتا ہوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن اذان تو لا الہ الا اللہ پہ ختم ہو جاتی ہے پھر اس کے ساتھ آگے آپ کلمے کا دوسرا جز و لگاتے ہیں کیا اس کی کوئی دلیل ہے؟ اور جو صحیح بات بتائے وہ بے دین کہلاتا ہے۔ اک طرفہ تماشہ ہے کہ چوری کرو کوئی وہابی نہیں کہتا، ڈاکہ کرلو کوئی وہابی نہیں کہتا، قتل کرلو کوئی نہیں کہتا یہ وہابی ہو گیا خالص دین بیان کرو تو کہتے ہیں یہ وہابی ہو گیا۔

یادرکھیں! دین کے نام پر رسومات جاری کرنا اتنا بڑا ظلم ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کا ایمان سلب کر لیتا ہے اور انہیں ہدایت سے محروم کر دیتا ہے اسی رکوع میں کتنی مرتبہ یہ دہرایا گیا ہے کہ ایسے ظالموں کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ یہ سارا رکوع انہی رسومات کے بیان سے پر ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ کسی بزرگ کو اگر آپ صدقہ دے کر

ثواب پہنچانا چاہتے ہیں تو جانور اللہ کے نام پر ذبح کریں اسے غریبوں میں بانٹ دیں۔ دعا کریں یا اللہ اس نیکی کا جو ثواب ہے وہ میرا بزرگ جو فوت ہو چکا ہے والد یا دادا یا پیر یا شیخ یا استاد یہ ثواب اسے پہنچا دے وہ قادر ہے اسے پہنچا دے گا اور ایصال ثواب صرف مردوں کو نہیں کیا جاتا زندوں کو بھی کیا جا سکتا ہے جس طرح بینک بیلنس ہوتا ہے آپ کسی کو چیک دے دیں اسے پیسے مل جائیں گے، اسی طرح جو نیکی ہم کرتے ہیں فرائض کے علاوہ نفلی عبادات، یہ نفلی نیکیاں جو ہوتی ہیں ان کا ثواب آپ کسی زندہ کو دینا چاہیں تو اللہ اس کے کھاتے میں لکھ دے گا اللہ سے دعا کریں یا اللہ یہ نیکی اسے دے دے وہ اسے دے دے گا لیکن ہر کام کا ایک سلیقہ ہے ایک طریقہ ہے جو شریعت میں متعین ہے۔ شریعت سے باہر جا کر رسومات ادا کرنا اور پھر یہ توقع کرنا کہ ان سے میرا بھلا ہوگا یہ خود فریبی ہے۔ دنیا آپ کو وہی ملے گی جو آپ کے حصے کی ہے اگر ایک ایک دانہ آج تک لوگ اپنے حصے سے زیادہ کھاتے تو آج دنیا پر کچھ نہ ملتا اور ایک ایک دانہ چھوڑ کر جاتے تو غلے کے انبار لگے ہوتے۔ ہر کوئی اپنے حصے کا دانہ پانی، ہوا آکسیجن تک اپنے حصے کی لے کر جا رہا ہے۔ لہٰذا کسی لالچ میں آکر رسومات میں کھو جانا یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ توفیق ہدایت سلب ہو جاتی ہے۔ یعنی بعض جرائم ہیں ان کی سزائیں متعین ہیں۔ بہت بڑی سزا اور سب سے آخری سزا یہ ہے کہ کسی کا ایمان ہی ضائع ہو جائے اور پھر اسے توبہ کی توفیق بھی نہ ہو تو رسومات کو دین بنانے کی سزا یہ ہے کہ دین سلب ہو جاتا ہے اور توبہ کی توفیق بھی باقی نہیں رہتی اللہ کریم اس جرم عظیم سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ جس سے جو غلطی ہو گئی اسے معاف فرمائے اور ہدایت پہ قائم رکھے۔

رزق حلال عین عبادت ہے

العروج انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A

سلسلہ احباب کیلئے خصوصی آفر
زیارت حرمین شریفین اور ویزہ عمرہ کیلئے
بہترین پیکج حاصل کریں

ٹوٹل روپے	مکہ	مدینہ	مکہ	ٹوٹل راتیں
18500	3	8	3	14 راتیں
23000	4	10	6	20 راتیں
27500	5	14	8	27 راتیں

زائد راتوں کی صورت:

مینجنگ ڈائریکٹر: حافظ حفیظ الرحمٰن ٹوبہ ٹیک سنگھ

رمضان المبارک تک ایڈوانس بکنگ جاری ہے

ساتھی ہر ماہ اجتماعی طور پر اکٹھے عمرہ پر جانے کیلئے ایڈوانس بکنگ کروا سکتے ہیں

ٹکٹ کے علاوہ مکمل پیکج
درج ذیل ہیں جو 25 شعبان تک ہونگے
یکم شعبان سے ویزہ اپروول ریٹ بڑھ سکتے ہیں

العروج انٹرنیشنل
عبداللہ چوک
ٹوبہ ٹیک سنگھ

Ph:0462-51159,512559 — Mob:0334-6289958 — Email:alarooj@hotmail.com

اللہ بہتر جانتا ہے

اوریا مقبول جان

ہمارے مشائخ تقریباً نصف صدی سے احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں غزوۂ ہند کی نوید دیتے چلے آئے ہیں۔ اب یہی بات ہندو نجومی بھی کہہ رہے ہیں۔ اگرچہ مسلمان کی نظر میں اکلوتی ہندو نجومی کی پیشین گوئی کی پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ (مدیر)

آگرہ سے اجمیر کی طرف جائیں تو راستے میں جے پور کا شہر آتا ہے۔ جے پور وہ علاقہ ہے جس کی کانوں سے سرخ پتھر مغلیہ دور کی عمارتوں پر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ آج بھی لاہور کی بادشاہی مسجد میں کہیں سرخ پتھر تبدیل کرنا ہو تو جے پور ہی سے منگایا جاتا ہے۔ لیکن جے پور کی خوبصورتی یہ ہے کہ پورے کا پورا قدیم شہر اسی پتھر سے بنا ہے اسی لئے اسے گلابی شہر یا Pink City کہا جاتا ہے۔ یہ شہر راجستھان کا مرکزی شہر ہے اور اسے راجہ جے سنگھ نے 1727ء میں آباد کیا تھا۔ راجہ جے سنگھ اورنگزیب عالمگیر کے دربار کا ایک اہم رکن تھا اورنگزیب نے اسے سوائی کا لقب دیا تھا جس کا مطلب ہے کہ وہ تمام درباریوں سے ایک چوتھائی زیادہ علم رکھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک راجہ ہونے کے باوجود اس نے فلسفہ، طب، سائنس، تعمیرات اور تمام مذاہب کا علم حاصل کیا۔ لیکن ان سب کے ساتھ ساتھ اس کی شدید دلچسپی فلکیات اور علم نجوم میں بہت زیادہ تھی۔ اس نے تمام ماہرین علوم فلکیات کی کتب اپنے پاس جمع کر رکھی تھیں اور کائنات میں گھومتے بھاگتے چاند ستاروں کی چالوں کا دن رات مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ اس مقصد کے لئے اس نے دہلی میں ایک Observatory بھی بنا رکھی تھی۔ لیکن جے پور کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد اس نے وہاں بھی ویسی ہی Observatory بنائی جسے ''جنتر منتر'' کہا جاتا ہے۔ یہ جنتر منتر اس کے محل کے بالکل سامنے ہے۔ میں جب اس جنتر منتر کے اس حصے میں کھڑا تھا جسے نروالیہ منترا کہا جاتا ہے تو اس سادہ مگر انتہائی درست حساب والی عمارت کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ یہ دو ڈائل ہیں جن پر سورج کے سایوں سے سیکنڈوں کے حساب تک، سورج اور دیگر اجرام فلکی کے مقام کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ منترا راج کی دو میٹر قطر والی پلیٹ جس سے مختلف ستاروں اور کہکشاؤں کا پتہ چلایا جاتا ہے، برہٹ سمراٹ منترا جس سے موسموں کی تبدیلی اور چاند سے ہواؤں کی تندی تیزی اور سمندروں کے جوار بھاٹا کا پتہ چلایا جاتا ہے۔ کائنات کی وسعت کا اندازہ ان سادہ سی مشینوں سے جن میں کوئی دوربین نما چیز نہ ہو، ایک حیرت انگیز بات تھی۔ آج بھی اس جنتر منتر سے کی گئی پیمائشیں سائنسی پیمانوں پر پوری اترتی ہیں۔ چونکہ ہندو مذہب میں ہزاروں سال سے پنڈت اور رشی ستاروں کی چالوں سے شبھ گھڑی اور نحس گھڑی کے علاوہ راج یوگ، کلیگ، فصلوں، موسموں اور تباہیوں کی پیش گوئیاں کرتے رہے ہیں۔ اس لئے دلی اور جے پور کے یہ جنتر منتر ان کی آماجگاہ بن گئے۔ ان کا ہجوم دیکھ کر جے سنگھ نے بنارس، اجین اور متھرا میں بھی ایسے ہی جنتر منتر بنائے لیکن ان میں سے صرف جے پور والا سلامت ہے۔ ہندو یونیورسٹی بنارس میں جب ویدک تعلیم کے پروفیسروں سے ملا تو جہاں انہوں نے اس جنتر منتر سے کی گئی ستاروں کی چال کی پیمائش کی آج کی امریکی بحریہ کی شائع شدہ سالانہ فلکیاتی رپورٹ سے مطابق دکھایا، وہاں ان پر اسرار علوم کی اور ہزاروں جہتیں بھی میرے سامنے کھول کر بیان کیں۔ جن میں ایک اگس حتیا ناڑی تھی اس علم کو درخت کی چھالوں، جانوروں اور کہیں کہیں انسانوں کی کھالوں پر محفوظ کیا گیا ہے۔ ان مخطوطات میں دنیا میں آنے والے ہر شخص کا حال لکھا ہوا ہے۔ یہ ناقابل یقین

سی بات تھی لیکن جب میں نے میر بشیر کی کتاب داستان تقدیر میں ان کا اگس حتیا ناڑی کے ایک پنڈت سے اپنے بارے میں پیشین گوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ان میں اسی فیصد کے قریب درست تھیں لیکن ان کی کوئی عقلی توجیہہ نہیں دی جاسکتی تو مجھے حیرانی نہ ہوئی۔ اس لئے کہ اللہ خوابوں، کشف، الہام یا بعض دفعہ کسی اہم واقعہ سے پہلے کچھ لوگوں میں بے چینی سے لوگوں کو باخبر کرتے رہتے ہیں اور اس میں کسی مذہب یا علاقے کی کوئی تخصیص نہیں۔ شاید ایسے ہی صدیوں پہلے کائنات پر غور خوض کرنے والے ان انسانوں کو کوئی اشارے ملے ہوں لیکن انہیں نہ تو حتمی کہا جاسکتا ہے اور نہ ان پر یقین کرنا چاہیے کہ جس مالک کائنات نے یہ اشارے دیئے ہوں وہ تو قادر ہے جب چاہے تقدیر کا لکھا بدل دے۔ پھر صدیوں سے انسان جن سربستہ رازوں کی تلاش میں ہے اس کے حصول کے لئے کبھی سائنس کا سہارا لیتا ہے اور کبھی صدیوں کے مشاہدے کا یا پھر علم قیافہ کہ ایسی آنکھ والا، ایسی ناک والا کیسا ہوگا۔ اسی طرح صدیوں کے مشاہدے سے مختلف اوقات میں پیدا ہونے والے بچوں کے احوال سے لوگوں نے یہ رائے مستحکم کر لی کہ ایسا بچہ اس مہینے کی اس تاریخ کو ہی پیدا ہوتا ہے جس سے زائچوں نے جنم لیا اور دنیا بھر میں عام ہوئے۔ لیکن کیا سچ اور کتنا جھوٹ اس کا علم تو صرف اس رحمٰن و رحیم کو ہی ہے۔ اسی لئے اللہ کے نیک بندے بھی جب کسی خواب کے ذریعے، اپنے کشف سے یا کسی الہامی کیفیت سے کسی بات سے آگاہ ہوتے ہیں تو اسے بیان کرتے ہوئے حتمی بات نہیں کرتے بلکہ اللہ بہتر جانتا ہے یا پھر یہ کہ مجھے ایسا دکھایا گیا یا میں نے ایسا محسوس کیا، جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

یہ سب میں نے اس لئے تحریر کیا کہ پوری دنیا میں 2012ء کے بارے میں ایک جنون کی حد تک سائنسی، فلکیاتی اور نجوم کی بنیاد پر پیشین گوئیوں کا طوفان مچا ہوا ہے۔ ہر طرح کی موجود پیش گوئیوں کو سائنسی بنیاد پر ستاروں کی کشمکش اور فزکس کے اصولوں پر پرکھا جا رہا ہے اور دنیا بھر میں خوشخبری اور تباہیوں کا برابر ذکر چلتا ہے۔ لیکن ان تمام تر سائنسی، تحقیقی، علمی اور نجومی رپورٹوں میں پاکستان کا ذکر خاص طور پر نظر آتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ سیاسی تجزیہ نگار پاکستان کو تباہی اور خاتمے کی طرف لے جا رہے ہیں جبکہ ان پراسرار علوم کے رسیا اسے ایک حیران کن طاقت میں تبدیل ہونے کے طور پر دیکھتے ہیں۔

بھارت جس کے پنڈتوں اور نجومیوں نے اس مملکت خداداد پاکستان کے پچاس سال کے اندر خاتمے کی پیش گوئی کی تھی وہ سب کے سب اب اس مملکت کا ایک ایسا نقشہ پیش کر رہے ہیں جو 2013 اور 2014 میں چین کے ساتھ مل کر بھارت پر حملہ کردے گا۔ بھارت کی اقتصادی ترقی 2011 میں رک جائے گی اور وہ اس حملے کا مقابلہ مشکل سے کر سکے گا۔ البتہ وہ کہتے ہیں کہ ہمالیہ کے پہاڑوں سے ایک مہارشی اترے گا اور ان کی فوج کی راہنمائی کرے گا۔ ان کے نزدیک یہ مہارشی گائن گینگ کی ایک غار میں چھپا بیٹھا ہے۔ پاکستان کے بارے میں ان کے خیالات کیوں بدلے، یہ قابل غور ہے۔ ویدی کے نجوم کے مطابق ان کے پنڈت جانتے تھے کہ اگر پاکستان وینس کی مہادشا میں داخل ہوگیا تو پھر نا قابل تسخیر ہو جائے گا۔ اس دشا میں داخل ہونے کا خوف انہیں پہلے سے تھا کیونکہ ان کے نزدیک پاکستان کے لگن کا مالک مریخ تیسرے خانے میں ہے جو اس قوم کی عظیم قوت ارادی کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ اس کے ٹوٹنے کی پیشین گوئیاں اس لئے کرتے تھے کہ حکمرانی کا زائچے میں چوتھا خانہ ہوتا ہے اور پاکستان کے چوتھے خانے میں سورج، زحل، عطارد اور زہرہ ہیں۔ یعنی اتنے سارے اقتدار کے بھوکے اسے تباہ کردیں گے۔ لیکن 27 دسمبر 2007ء کو پاکستان اپنی نحوست سے نکل کر زہرہ کی مہادشا میں داخل ہوا ہے اور یہ مہادشا بیس سال پر محیط ہے۔ ویدک نجوم کے مطابق زہرہ اپنی سمتی طاقت شمال سے حاصل کرتا ہے تو شمالی علاقے کے لوگ ان بیس سالوں میں اہم

کردار ادا کریں گے۔ زہرہ کی اس دشا میں شروع میں حالات بگڑیں گے اور پھر مذہبی طاقتوں کا غلبہ شروع ہوگا۔ زہرہ، راہو کے ساتھ مل کر مذہبی طاقتوں کے لئے راہ ہموار کرے گی اور مریخ جو افواج کا ستارہ ہے ان دونوں کی مدد کے لئے آئے گا۔ یہ وہ زمانہ ہو گا جب 2011ء میں بھارت بدترین فسادات اور معاشی ناہمواری کا سامنا کر رہا ہوگا۔ جس کے بعد پنڈت 2013ء میں جنگ کی پیشین گوئیاں کر رہے ہیں۔ یہ پیشین گوئیاں یہاں لکھنے کا مقصد یہ نہیں کہ یہ برحق ہیں، بلکہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب اللہ کسی ملک، علاقے یا قوم کو سرفراز کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کمزور قوم کا خوف لوگوں کے دلوں میں بٹھا دیتا ہے۔ جس علم پر ہندو پنڈت ساری زندگی گزارتے ہیں اسی علم کی روشنی میں پاکستان جسے وہ کل تک ختم ہوتا دیکھ رہے تھے اب انہیں ایک مہیب اور خوفناک دیولگ رہا ہے۔

یہی نہیں دنیا کی کسی بھی نجوم ویب سائٹ پر چلے جائیں پاکستان کا خوف اور ہوا سب پر چھایا ہوا ہے۔ نعمت شاہ ولی کی پیشین گوئیاں یاد آرہی ہیں۔ جن پر انگریز وائسرائے نے سچ ثابت ہونے کی وجہ سے پابندی لگائی تھی۔ انہوں نے کہا تھا جب شمالی سرحد کے افغانوں کے قدموں کی دھمک سے زمین مرقد کی طرح کانپے گی تو دلی، جموں اور دور، دور تک کوئی روکنے والا نہ ہوگا۔ حضرت ثوبانؓ سے مروی جہاد ہند کے بارے میں سید الانبیاء ﷺ کی حدیث کا وہ حصہ کہ جہاد ہند کا لشکر، ہند کے حکمرانوں کو زنجیروں میں جکڑ کر لائے گا۔ کیا ہوگا، کیا ہونے والا ہے اس کا علم صرف اللہ کی ذات کو ہے لیکن جو ہوگا اس سے خوفزدہ ہندو پنڈت بھی ہیں، مغربی ماہرین نجوم بھی اور میرے ملک کا روشن خیال طبقہ بھی۔

(بشکریہ ایکسپریس)

خوشخبری

حضرت امیر المکرم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب وحکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹرو کیئر Cholestro Care	Rs.200	کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے
پین گو Pain Go	Rs.100	مالش کے لیے ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے
ہیئر گارڈ آئل Hair guard Oil	Rs.500	بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔
Cough E	Rs.30	کھانسی کیلئے گولیاں
کیوریکس CUREX	Rs.175	جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلئے کھانے کے لیے

ملنے کا پتہ:- دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال فون 0543-562200
17- اویسیہ ٹاؤن شپ لاہور فون 042-35182727

So now that we have completed the illustration of Dalael-ul-Salook, and I do not believe that anybody with sound mind and soul will find it not sufficient as the most authentic word on the subject of Tasawwuf. Thereafter, we read and explained Masaael-ul-Salook by Hadhrat Ashraf Ali Thanvi-rua and the reason for it was because he-rua has picked all those verses of the Holy Quran where matters relating to Tasawwuf can be deduced. Hadhrat Ashraf Ali Thanvi-rua has stated that if somebody is not willingly utilising the benefits of this commentary then it is alright, but nobody should deny the validity and authenticity of Tasawwuf in part or in its entirety. He-rua further writes that recognising a wali Allah-swt is not mandatory as a fundamental belief, but all those people who deny aulia Allah-swt eventually die in the state of infidelity. The reason is the deterioration of the faith to an extent that it results in the abolition of the ability to stay on true faith. We have personally seen such people.

Please always remember these two points; First is that anybody who is given the duty of conducting zikr in his circle, is not the proof that this blessing is because of his own achievements in faith and actions, and they should never think that it is because of their devoutness, rather it is the blessing of Allah-swt and they are selected for it on His-swt Will. Some of our colleagues were obsessed with the wish of becoming Khalifa)viceregents (to Hazrat Jee-rua and they repeatedly kept him-rua anxious for about two years regarding assigning them as his-rua Khalifa. They would repeatedly asked him-rua questions like 'what would happen if you-rua die?',' who would be your-rua successor after you-rua? 'or' where would be your-rua tomb? 'and questions like that. It would feel like they are just waiting for Hazrat Jee-rua to leave this world so that they could become his-rua successors. So once we were going towards Lakki Marwat with Hazrat Jee-rua, and some other colleagues were waiting there and they started the same discussion which led to very bitter arguments between me and them but Hazrat Jee-rua did not know because we were sitting outside the house. Anyways, they stayed back and did not accompany us to Lakki Marwat. On our way to Lakki Marwat Hazrat Jee-rua asked me about my opinion about this matter regarding assigning someone as his-rua khalifah. I replied very humbly to Hazrat Jee-rua that,' Hazrat Jee-rua !I belong to a family who either earn their livelihood by farming or by serving in the military, and my family have no history of any kind of association with a saint or any other kind of religious work. 'I said, that' I submitted in your-rua care because I wanted to have your-rua attention so that I could become a good person, and I am satisfied with your-rua care and love without the question of whether I have attained any reformation or not? Because my character and my actions are my responsibility and the blessing of Allah-swt but I am a witness to whatever you-rua have given me and carried me along with you-rua for about twenty five years and that you-rua have done everything that you-rua needed to do as a teacher and as a leader, but please spare me of the matters of assigning or not assigning anybody as your-rua khalifah. 'I said that' whoever is appointed by you-rua I will respect him just as I have respected you-rua for the last twenty five years. 'This was all that we discussed at that time but later in winters when we gathered for ijtima at Langar Makhdoom, Hazrat Jee-rua in his-rua Friday sermon assigned the duty of conducting the matters of the Silsilah to me and three other colleagues were also named as Khulafah for conducting zikr and muraqbat up to Fana Fi Rasool-saws but with the condition that for the Spiritual Oath on the blessed hands of the Holy Prophet-saws the seeker have to be brought to Dar-ul-Irfan and my name was stated that he would conduct the Spiritual Oath. Hazrat Jee-rua also said that may be we do not get an opportunity of gathering next year so this is why I am informing all of you. These words of Hazrat Jee-rua are recorded on cassettes and CDs and are available to everybody for listening.

To be Continued

started rolling around on masjid's floor and crying 'Allah-swt Hai) 'meaning Allah-swt Exists(. In the evening zikr Hazrat Jee-rua concentrated on the boy and quite astonishingly in the darkness of night, all the people in the village saw lights extending between the skies and the masjid. This was an observation I saw with my own eyes, when people from the village gathered around the masjid and we heard people talking outside. Hazrat Jee-rua stopped zikr, came outside and asked people what happened; they said we have seen lights and we came around to ask what it was?

Similarly, the angels also see those lights emanating from the gathering of zikr although they cannot hear the zikr-e-qalbi neither it is required, but the lights can be seen by them. The Holy Prophet-saws has said about the zikr-e-khafi that "when on the judgment day the angels say that,' O' Allah-swt !All the good deeds of this person are put into the balance', Allah-swt will reply,' No! But there are some other good deeds which you have not recorded and that is only in My-swt Knowledge. 'And then Allah-swt will put the reward for zikr-e-khafi in the balance. "So, I think the answer to the question is conveyed.

Two points need emphasis here. These people, who are the expert of this special kind of spiritual knowledge, are very wonderful people and their every action is filled with a kind of perplexity that is difficult to comprehend by ordinary people. For example, fever has several types, like, Malaria, Typhoid and other many types. We know that a person has fever and is sick, but we don't know the exact feelings of a particular type of fever. In malaria a person shivers from cold inside a warm room, cuddled in a blanket. In typhoid, a person cannot eat or drink like a normal person, is alive but still he has this sickness. But for us all the types of fever are the same and we cannot differentiate between the feelings and sufferings of those who are ailing. So these special bondsmen of Allah-swt are the people who know about the actions, feelings and their effects upon people. Remember that our actions affect our inner feelings and behaviour. If somebody starts sitting with bad people he will eventually develop actions that are deplorable and the same is the case with the company of good and virtuous people, which makes one good and noble in character.

The inner self is stronger than the outer and manifest being. If something from the outside can have such great effects on the inside then there is no wonder that changes on the inside have a greater effect upon our outside. So these men of Allah-swt have very unique and extraordinary lives because controlling the expression of the inner feelings upon the outside is a very difficult task. This is the reason that very few aulia Allah-swt who have truly greater attainments in the path of Tasawwuf live a normal life, and those are in reality the greater aulia who despite the higher stages of the path live a life like a normal person otherwise most of them will look very extraordinary to a common man. For example a wali may live and work without eating anything for a few days, which is very difficult for the common man to understand. This is just like the feeling in a fever when a person does not eat for a few days and is still living. This is a kind of feeling which cannot be understood by a normal person.

The Holy Prophet-saws would practice 'continuous fasting 'which is fasting without breaking the fast for a few days continuously. Some Companions-rau tried to do the same; the Holy Prophet-saws forbade them and asked them not to follow him-saws in this respect, because he said my feelings and your feelings are different, I am fed and given to drink. Therefore these type of people are difficult to understand by a common man, because they have these special feelings from their inside. If a common man observes their diet, he would realise that with such diet a man cannot even survive, similarly there are many examples in lives of aulia Allah-swt that are difficult to understand. During hardships ordinary people like us complain of the agony and difficulties of a situation but the bondsmen of Allah-swt absorb the harshness of life without any murmur, and live their whole lives by their faith in the sufficiency of Allah-swt during every hardship.

THE BASIS OF TASAWWUF IS TRUST

Translated Speechof HisEminenceHazratAmeerMuhammadAkramAwan ShaikhSilsilahNaqshbandiahOwaisiah

2010 September,IjtimahAitekaaf Irfan-ul- Dar 0210 9th,September

Here is a question put forth by a friend and it is good to ask for learning the matters. He writes that in hadith it is quoted that even the angels cannot listen to zikr-e-qalbi khafi while in another hadith it is stated that the angels cluster around the people gathered for zikr and then talk to Allah-swt about it. The actual hadith is from Bukhari Sharif and it states that' there is a special type of angels who search for the gatherings where Allah-swt's zikr is being done, and wherever they find people doing collective zikr they call the other angels and then they cluster around them in circles until they reach the heavens, and then they go into Allah-swt's Court where they report to Allah-swt about those people. In the end of the hadith Allah-swt replies that be witness that I-swt have forgiven all those people who were present in that gathering. Then the angels say that O 'Allah-swt! There was a person sitting in that gathering who was not actually doing zikr but was there for some worldly matter. Allah-swt replies again that هُم الجلساء لَا یَشقی بِهِم جَلِیسُهُم (متفق علیہ) anybody who keeps even the company of zaakereen will never be doomed.'

In the Holy Quran it is stated مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (Surah Qaaf 50:18) 'kiramun katibeen'(the angels that record the deeds) writes everything that is being said whether it is a whisper or a word aloud. However, any zikr that is being done by the heart is only known to Allah-swt but what actually happens is that when somebody is doing zikr-e-khafi qalbi there are particular colours of divine lights for any particular latifah, and the angels by seeing those lights comprehend that Allah-swt's zikr is being done at that place and then they start gathering over that place.

However, sometimes the invisible things become visible and it can then be observed easily. Back in the past when I used to do lataif, there was a young boy from Nurpur, who was under certain satanic effects and became mentally disturbed, even to the extent that he would misspell Kalma-e-Tayyaba and would add other words in place of Allah-swt and the Holy Prophet-saws. Sometimes he would say that Allah-swt does not exist and it is all the tell tales of the past made by the clerics. One of that boy's brothers used to do zikr with us and he asked me to do something for his cure. I suggested taking the boy to Hazrat Jee-rua. In those times travelling from one place to other was very difficult because buses were few and only a few would travel from one city to other unlike the present day facilities. When we reached Talagang in the evening, we stayed there to spend the night and to start our journey to Mianwali the next morning. However, there were some trucks on their way to Mianwali and they stopped for tea at the same restaurant where we were staying. The trucks were loaded with the pest-control poison called DDT. We asked the drivers if they could take us to Mianwali and they agreed, but we had to sit at the top basket of the truck. So we started our journey through the night and amidst the difficulties of the cold air and a sprinkling of DDT powder we finally reached Dhanda Sharif. From Dhanda Sharif we started walking towards Chakrala and at the time of Fajr prayer we joined Hazrat Jee-rua. When Fajr salat was done, Hazrat Jee-rua was very upset with us and said why you have brought this idiot, he should bear the consequences of whatever he brags about Allah-swt and the Holy Prophet-saws. Anyhow, Hazrat Jee-rua asked us to make him sit in line and then he-rua started zikr. When Hazrat Jee-rua directed his-rua concentration on the boy and said 'Allah-swt Hoo', the boy became unconscious.

detailed explanation of the issue of Bagh-e Fadak, and also answered Jafar Shah's objection. No one had the courage to entangle with this valiant landlord from the Sarjal Clan whose arguments were weighty and strength of arms tested many times. The news of this incident spread throughout Chakrala and its environs and Hazrat Ji-rua gained a reputation in the entire area not only as a renowned Alim, but also as an able debater.

Before this incident there was a tradition in Chakrala since many years, that in the month of Muharram, Manazaray were held between the Ahl-e Sunnat and Ahl-e Shia with the participation of outside speakers. Mahmood Shah Hazarwi Sahib was often invited to represent the Ahl-e Sunnat, but he stopped coming to Chakrala after he was violently assailed by the opposing faction. However the Shia assemblies continued, with their speakers being brought from as far as Lucknow.

When Hazrat Ji-rua returned to Chakrala, as usual the Ahl-e Shia invited a speaker from outside, who, noting the absence of an opponent, vehemently criticized the Ahl-e Sunnat. It was his misfortune that Hazrat Ji-rua was present that day in Chakrala and the incident with Jafar Shah had recently taken place. Hazrat Ji rua attended the assembly's next session. He came armed with his reference books which he placed on a nearby cot. When the session of objection began, Hazrat Ji-rua stood up and started answering the speaker's criticisms, but when the speaker refused to accept the validity of Hazrat Ji-rua 's reference, he took out the relevant reference and placed the book in front of him. Despite reading the passage, the speaker turned to the crowd and said, 'The reference quoted by Maulvi Sahib is not present anywhere in the book.'

This blatant lie by the speaker in broad daylight astounded Hazrat Ji-rua. He calmly took back his book and suddenly turned and hit it on the speaker's neck. The attack was unexpected and effective, in bewilderment he fell to the ground and then Hazrat Ji-rua gave him a sound beating by kicking and boxing him. When the Shia following started to get up in his defence, Hazrat Ji-rua's followers got up as well. Sultan Surkharu, who has been mentioned earlier, shouted a warning to the assembly, "If anyone raises his head I will blast it with a bullet." Hazrat Ji-rua's Sarjal clan was also with him, who though not his followers in religion, were foremost in tribal pride. They jumped up to rally behind him. Under the circumstances nobody had the courage to oppose them.

Hazrat Ji-rua returned from the meeting leaving a clear message for the residents of Chakrala; that one could engage in intelligent discourse with him but he wouldn't tolerate abuse and ill manners.

Thereafter Hazrat Ji-rua was invited to speak wherever a Manazara was held in the area. His ignorant opponents were terrified at the mention of his name. They knew very well that they stood no chance against him without backing their argument with knowledgeable reference and proof, and if they raised any unnecessary arguments or objections, it would be impossible to withstand the ferocious assault of this young landlord. Therefore debaters of lesser prowess left the arena at the mention of Hazrat Ji-rua's name

The Shia representatives, instead of providing universal literary proofs, resorted to objecting and fault finding which were difficult for the Ulama to reply to. If the Ulama provided literary arguments, their reasoning would be beyond the comprehension of an audience of simple villagers. On the other hand the Shia opponents would resort to sarcastic comments and use other means to vex them. Hazrat Ji-rua's method was just the opposite. He would turn the objectors' criticism around and toss it back at them, and in this way these people would be cornered and hemmed in by their own arguments.

(To be continued)

speakers from outside their area. Those belonging to the Ahl-e Sunnat also attended the assembly and due to so-called 'tolerance', endured the abusive invective of the speakers against the Sahabah Karam-rau.

Hazrat Ji-rua was informed when one such Majlis was in session. He immediately sent for Habib Khan, but before he could arrive, set out himself towards his house. At the time he was seething with fury. They met on the way and he vented his anger, 'These speakers use all sort of obscene language in their Majlis against the Sahabah Karam-rau (Companions) which is not acceptable to anyone with a sense of shame or honour. Habib Khan! In my presence this assembly will not take place.'

Under Hazrat Ji-rua's leadership, Habib Khan and a group of rural folk arrived at the Majlis venue. Hazrat Ji-rua, carrying his walking stick, headed the group. Seeing this unexpected state of affairs the speakers dispersed into the darkness of night. The host of the Majlis apologized to Hazrat Ji-rua and promised that, in future, instead of holding a Majlis at Chak 66, they would go to the Ahl-e Shia venues to hear the Majlis. After this incident such Majalis were never convened in the village. Which is how it should be ; these gatherings need to be convened within their own areas, and should avoid making the presence of a few households an excuse to vex the differing majority. In any case abusive invective in whatsoever form is incorrect. This incident of Chak 66 South (Sargodha) took place sometime around 1935. Hazrat Ji-rua's debating era commenced roughly fifteen years after this incident, when during the meditation of 'Fana Fir Rasool saws,' he was assigned the duty of protecting simple folk's Faith against assault from heretics and dissidents. Although this ideal remained the utmost priority of his life; the period between 1950 and 1960 specifically emphasizes this Manazara precedence, in his activities.

After the death of his wife in 1942, Hazrat Ji-rua moved from Chak 13 Khanewal and had re-established himself permanently in Chakrala. His activities have already been mentioned previously. The Chitti Masjid was his centre for religious activities and for preaching and imparting religious learning. One day while he was engaged in his normal routine, a Shia preacher Jafar Shah, who was a resident of Chakrala, alighted upon him. This man had the habit of bringing up the topic of the inheritance of the Fadak garden (Bagh-e Fadak) with every new Maulvi. The simple Maulvis, unfamiliar with the topic, were unable to answer his queries which would give Jafar Shah the opportunity to boast and expose them publically. He tried the same strategy on Hazrat Ji-rua.

Bringing up the topic of Bagh-e Fadak, he brought out a voluminous book pertaining to his religion, and demanded that Hazrat Ji-rua read it and refute the objections in it. The antique book, published in Iran and written in classical Arabic without the diacritical marks (signalling vowels) was easy for Hazrat Ji-rua to read, but impossible for less educated Maulvis; a weakness Jafar Shah always exploited. Hazrat Ji-rua saw through his move. He also realized that this resident of Chakrala village could not possibly read the text either.

'What kind of an objector are you? 'Hazrat Ji-rua retorted. 'You want me to read the objection and also refute it. It is obligatory for an objector to present the objection himself, then I shall give you my answer.' There was a slight altercation but as Hazrat Ji-rua had guessed, it was impossible for Jafar Shah to read the text in Arabic. Hazrat Ji-rua became furious and picking up the same book landed it on Jafar Shah's head. The book was heavy and the blow effective, he took the blow and took to his heels.

In Chakrala's obstinate culture perhaps there was no answer more befitting than this for an objector with no knowledgeable proof, but that did not satisfy Hazrat Ji-rua. He went ahead and held an assembly at the Shia centre and gave a simple but

Hayat-e Javidan

A Life Eternal (Translation)

The Pleasure of Cognition (Chapter -7)

Means of information keep undergoing constant innovation. Prior to our modern era of mass communication; books, journals and newspapers were important sources of information, however, at the beginning of the 20th century these facilities were not available to the common folk. The general practice among the Ulama was to communicate through manuscripts, and for the ordinary people these thought provoking compositions were the noted means of being informed about religion. However the confrontation between dissention and heresy, and Truth was resolved by means of public assemblies in which the opponents were given a fair chance to present their point of view. These debates were called 'Manazaray', which for a long time remained very popular with the masses.

When the Fitnah of Qadiyaniat emerged, two erudite debaters, Hazrat Meher Ali Shah-rua and Hazrat Ata Allah Shah Bokhari-rua took up the challenge to confront it. By means of public meetings and Manazray they warned against the malicious and corrupting attack on the Iman (Faith) of simple minded people by this bunch of liars, and on numerous occasions publicly challenged the false claimant of prophet-hood to Mubahalah (a religious ritual wherein the two opposing parties jointly invoke Allah's curse on the party in error). Similarly the Manazray held in opposing the Fitnah of Dissension were an important religious necessity of the times.

Hazrat Ji rua's debating skills had been already acknowledged during his student days. His addressing style was eloquent, simple, and supported with simple and commonly comprehensible reasoning, yet his delivery was so powerful that it would slice through every false-hood presented. At Dheri Sayyedan, he took part in a Fiqhi (theological) Manazara regarding Salah. The topic was the Fiqhi stance on folding or letting the arms hang during the Qiyam (standing). This event took place in 1932 when Hazrat Ji-rua was studying the Hadees in detail at Dalwal. Accompanied by some students of the Madrissah, he went to attend this Manazara in Dheri Sayyedan. During the Manazara on noticing that the Ahl-e Sunnat nominee, Maulvi Lal Husain Shah (from Dhar Miyal), was unable to supply any answers, he stood up and gave detailed arguments on the topic. This was the first time Hazrat Ji-rua's debating prowess, method of reasoning and vast knowledge was acclaimed throughout the nation.

Previously a mention has been made about his sense of religious honour, when during his employment he hit the Darogha (jail supervisor) with a heavy bunch of keys because of his demands to pilfer the ration of the prisoners. After the completion of his religious education, Hazrat Ji-rua's sense of honour and integrity increased exponentially. Although, as yet, he did not participate in public debates, nevertheless he would not tolerate any talk against the pious Companions of the Holy Prophet-saws.

After completing his educative phase, at the request of a friend from his student days, Habib Khan, he stayed for some time at his village in Chak 66 South, Bhalwal, District Sargodha. This was at the beginning of his married life and he was accompanied by his wife. Hazrat Ji-rua had not yet entered the field of Sulook and he was only recognized as a freshly graduated Alim.

The entire population in Chak 66 consisted of the Ahl-e Sunnat, with the exception of one family which belonged to the Shia sect. Every year, this family hosted a Majlis (assembly) and invited

فہرست کتب

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

شیخ المکرم [illegible] یار خان رحمۃ اللہ علیہ

1۔ تعارف	10.00
2۔ تعارف	10.00
3۔ دلائل [illegible]	250.00
4۔ دلائل [illegible] (انگریزی)	150.00
5۔ حیات [illegible]	30.00
6۔ حیات برزخیہ (اردو)	150.00
7۔ حیات برزخیہ (انگریزی)	20.00
8۔ اسرار الحرمین	40.00
9۔ مکتوبات	50.00
10۔ علم و عرفان (اردو)	10.00
11۔ علم و عرفان (انگریزی)	15.00
12۔ عقائد و کمالات علمائے دیوبند	30.00
13۔ سیف اویسیہ	35.00
14۔ تفسیر آیات اربعہ	25.00
15۔ الدین الخالص	200.00
16۔ ایمان بالقرآن	80.00
17۔ تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین	100.00
18۔ تحقیق حلال و حرام	25.00
19۔ شکست اعدائے حسین	20:00
20۔ داماد علی	20.00
21۔ بنات رسول ﷺ	15.00
22۔ الجمال والکمال	15.00
23۔ حیات طیبہ اول	600.00
24۔ حیات طیبہ دوئم	500

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

1۔ غبار راہ اول	150.00
2۔ غبار راہ دوئم	50.00
3۔ ارشاد السالکین اول	25.00
4۔ ارشاد السالکین دوئم	10.00
5۔ لطائف اور تزکیہ نفس	15.00
6۔ دیار حبیب میں چند روز	20.00
7۔ نور و بشر کی حقیقت	10.00
8۔ کنز الطالبین خاص	200.00
9۔ راہی کرب و بلا	15.00
10۔ رموز دل	120.00
11۔ حضرت امیر معاویہؓ	30.00
12۔ طریق نسبت اویسیہ	250.00
13۔ تعلیمات و برکات نبوت	150.00
14۔ خطبات امیر	100.00
15۔ کنوز دل۔	

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی (تفسیر قرآن)

1۔ اسرار التنزیل (اردو)	2300.00
چھ جلدوں میں (فی سیٹ)	
2۔ اسرار التنزیل (انگلش)	2000.00
پانچ جلدوں میں (فی سیٹ)	
3۔ اکرم التفاسیر (زیر طبع)	
جلد اول۔ دوم۔ سوم۔	
(فی جلد)	270.00
(جلد چہارم)	370
(جلد پنجم)	300
(جلد ششم)	300

پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب

1۔ انوار التنزیل	25.00
2۔ چراغ مصطفوی ﷺ	30.00
3۔ اطمینان قلب	60.00
4۔ تصوف و تعمیر سیرت (اردو)	60.00
5۔ تصوف و تعمیر سیرت (انگریزی)	40.00
6۔ کس لئے آئے تھے اردو	25.00
7۔ کس لئے آئے تھے انگلش	25.00
8۔ بزم انجم	25.00
9۔ عظمت صحابہؓ	10.00
10۔ ذکر اللہ (اردو)	10.00
11۔ لغزشیں	25.00
12۔ مغالطے	30.00
13۔ ٹھوکریں	10.00
14۔ قرآن حکیم اور دعوت و تبلیغ	15.00
15۔ فقہ اور ہماری زندگی	20.00
16۔ والناس	10.00
17۔ خدایا ایں بار دگر کن	20.00
18۔ تصوف کی پہلی کتاب	25.00
19۔ تصوف کی دوسری کتاب	30.00
20۔ تصوف برائے انٹرمیڈیٹ	35.00
21۔ دین و دانش	25.00
22۔ اسلامی تہوار	10.00

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

1۔ ہشت روزہ کورس	100.00
2۔ سہ ہفتہ کورس	150.00
3۔ پنج ہفتہ کورس	150.00
4۔ پیشین گوئیاں	15.00
5۔ اسلام اور تہذیب جدید (اردو)	120.00
6۔ اسلام اور تہذیب جدید (انگریزی)	100.00
7۔ طریق السلوک فی آداب الشیوخ	300.00

ملنے کا پتہ

اویسیہ کتب خانہ، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

فون: 04235182727

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

He indeed has attained bliss who has cleansed himself. And who remembers the name of his Rabb. And then prays.

ماہنامہ

المرشد

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قِيْلَ وَ
مَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حَلَقُ الذِّكْرِ

(احمد و الترمذی)

That when you pass by the gardens of Jannah, take your share when asked as to what are the gardens of Jannah, he said gatherings of Zikr. (Ahmed & Tirmizi)

The Proper Islamic way is that a person should verbally accept the divinity of Allah and his character must manifest the fact that he is an obedient servant of Allah.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

الله
رسول
محمد

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب
کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المرشد

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قِيْلَ وَ
مَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حَلَقُ الذِّكْرِ
(احمد و الترمذی)

جنت کے باغوں کے پاس سے جب تمہارا گذر ہو تو تم بھی
ان میں سے اپنا پورا حصہ لے لو پوچھا گیا جنت کے باغ کیا
ہیں۔ فرمایا ذکر کے حلقے۔ (الحدیث)

اسلامی طریقہ یہ ہے کہ زبان سے بھی، اللہ کی الوہیت کا اقرار ہو
اور کردار سے بھی واضح ہو کہ یہ بندہ اللہ کا اطاعت گذار ہے۔

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

صفر / ربیع الاول 1432ھ
فروری 2011ء

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی۔ڈی۔ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی۔ڈی۔ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255